www.rahimia.org

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

بانی: حضرت اقدس مولانا
شاہ سعید احمد رائے پوریؒ
قدّس اللّٰہ سِرّہٗ السّعید
مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

نومبر 2013ء / ذی الحجہ، محرم الحرام 1434ھ – جلد نمبر 5، شمارہ نمبر 11 – قیمت فی شمارہ: مبلغ 20 روپے – سالانہ ممبرشپ: مبلغ 200 روپے – تین سالہ ممبرشپ: مبلغ 500 روپے

مجلسِ ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

- درسِ قرآن
- درسِ حدیث
- خطبات و بیانات
- رفتارِ کار
- دینی مسائل

اداریہ

بڑھتی ہوئی لاقانونیت اور مافیاز کا راج!!

●

ایک پُرتاثیر اور خلوص و محبت سے بھرپور شخصیت

●

حضرتِ اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کا تربیتی انداز و اسلوب

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشینِ ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا: ’’چوہدری (افضل حق) صاحب (مشہور حریت پسند اَحراری رہنما) خوب آدمی تھے۔ سنا ہے کہ ایثار کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ جب ممبر اسمبلی تھے تو روپیہ اَوروں (دوسروں) پر خرچ کردیتے (تھے)، خود مکئی کی روٹی اور چٹنی وغیرہ پر گزر کرلیتے۔

ایک عجیب بات ہے۔ اللہ کے دین کا کیا کہیے۔ کشمیر کی تحریک میں (چوہدری صاحب) مرحوم سے کوئی اخلاص کا کام ہوگیا ہوگا۔ اخلاص کی برکت سے ان پر ایسے انوار طاری ہوگئے تھے کہ بڑے ذاکر و شاغل لوگوں پر ہوا کرتے ہیں۔ اور ایسی کیفیتیں طاری ہونے لگی تھیں جو بڑی مبارک ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عملوں کو نہیں، بلکہ دلوں کو دیکھتا ہے۔ اگر دل اس کی طرف متوجہ نہ ہو تو نماز جیسے خالص عبادت کے کام بھی بے حقیقت ہوتے ہیں۔ اور خلوص اور للّٰہیت اور خدا کی طرف توجہ ہو تو ایسے کام بھی — جو عام ہیں، مباح ہیں، بلکہ جن میں خواہ اجتہادی غلطی بھی ہو — وہ بھی بڑے مفید بن جاتے ہیں۔‘‘

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص:99-98۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور) (مجلس 5/ ذی الحجہ 1365ھ/ 31/ اکتوبر 1946ء، بروز جمعرات، رائے پور)

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ)
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21
راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616,36320707

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیونتھ روڈ
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111، 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

قُرآنی سیاست کے بُنیادی اصول

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (4:48)

(آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں، وہ عزت دینے والا، حکمت دینے والا ہے۔)

منافقوں اور مشرکوں کی جماعتیں الگ کر دینے کے بعد مؤمنوں کی جو خالص جماعت رہے گی، وہ زمین پر آسمانی فرشتوں کی مانند ہوگی۔

قرآن حکیم کا پروگرام حقیقت میں پارٹی پالیٹکس (Party Politics) کے اصول پر صحیح اترتا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ صرف ایک خیال اور نظریہ رکھنے والوں کو اکٹھا کرے۔ چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اصول پر کام کیا۔ اور ان مٹھی بھر لوگوں کو جمع کیا جو قرآن کے سارے قانون کو دل و جان سے کامل طور پر بلاشرط مانتے تھے۔ اور صلح و جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو خوشی کے ساتھ قبول کر کے، کیوں اور کیسے کے سوالات پوچھے بغیر اطاعت کرتے تھے۔ قرآن حکیم پر عمل کرنے والے کارکن کو خدا کے سوا کسی سے اپنے عمل کا بدلہ لینا ضروری نہیں۔ انسان بے شک اس لیے پیدا ہوا ہے کہ دنیا میں قرآن حکیم کی حکومت بین الاقوامی درجے پر چلائے۔ لیکن وہ اس حکومت کے ذریعے سے اپنے لیے یا اپنے خاندان کے لیے کوئی فائدہ حاصل کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

قرآن حکیم کی اس تعلیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی حکومتیں بے نظیر ثابت ہوئیں۔ اور آج تک دنیا ان کی مثال پیدا نہیں کر سکی۔ اب اس دور میں بھی امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ (1786ء-1831ء) اور ان کے ساتھیوں نے انھی اصولوں پر اس نمونے کی حکومت پیدا کر کے ایک دفعہ پھر دکھا دی۔ اور ثابت کر دیا کہ اس قسم کی حکومت پیدا کرنا ہر زمانے میں ممکن ہے۔ قرآن حکیم کے ماننے والوں کے لیے اس میں بہت بڑی عبرت اور ذمہ داری ہے۔

ہمارے خیال میں اب بھی جو لوگ ایک نظریے پر اجتماعیت قائم کرنے کے بجائے سب ''مسلمانوں'' کو اکٹھا کر کے آگے بڑھنے کا پروگرام رکھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ انھیں ان مسلمانوں میں سے وہ جماعت بنانی چاہیے جو ذہن اور عمل کے لحاظ سے انقلابی ہو اور اس میں صرف ایک فکر کے لوگ شامل ہوں۔ صرف اسی صورت میں کام اچھا اور جلد ہو سکتا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (اللہ عزت دینے والا، حکمت دینے والا ہے۔)

اللہ تعالیٰ مؤمنوں کی اس جماعت کو عزت اور حکمت دینا چاہتا ہے۔ یعنی یہ جماعت مضبوط حکومت قائم کرے گی، جس کی کوئی دوسری حکومت بے عزتی نہ کر سکے گی۔ اور یہ حکمت و دانش کے مالک ہوں گے۔

سورت کے شروع کی آیت نمبر 4 میں تھا عَلِيْمًا حَكِيْمًا (علم اور حکمت دینے والا) یعنی یہ لوگ علم اور حکمت میں طاق ہو کر تمام علمی سوسائٹیوں کو قائل کر لیں گے کہ ابراہیمی تحریک کے سوا کوئی تحریک، انسانیت کو مجموعی طور پر آگے بڑھانے والی نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ اتنی بلند انٹرنیشنل طاقت بنا لیں گے کہ ان کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا۔ چناں چہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں اس انٹرنیشنل طاقت کا ڈھانچہ بنا۔ اور حضرت عثمان غنیؓ نے اسے بہت دور تک پھیلا دیا۔ اور اس کی عزت اتنی بلند ہو گئی کہ دنیا کی تمام دوسری طاقتیں مل کر بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکیں۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحئی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

رحم کی ھدایت

عن جرير بن عبدالله (البجلی)، قال: قال رسول الله صلّى الله عليه و سلّم: "لايرحم الله من لايرحم النّاس."

(حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرے گا، جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔'')

(مشكوٰة شريف. كتاب الآداب. باب الشفقة على الخلق. الفصل الاول)

رحم کے معنی یہ ہیں کہ کمزور، مسکین اور لاچار بندوں کی مدد کے لیے ہر زور آور اور طاقت ور ہر وقت تیار رہے۔ کوئی زبردست زیردستوں کی کمزوری سے فائدہ نہ اٹھائے۔ کوئی مال دار مال جمع کرنے کے لیے دوسروں کو پیچھے دھکیل دھکیل کر آگے نہ بڑھے۔ رحم کے معنی یہ نہیں جو عموماً سمجھے جاتے ہیں کہ کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر دکھلاوے کا رونا روئے اور وقتی طور پر باتیں بنا کر اپنا راستہ لے۔ اس کے بعد اپنی دھن میں لگ جائے۔ سوداگروں اور تاجروں نے جو غریبوں سے ان کی ضرورت کی چیزوں کی قیمتیں تگنی چوگنی وصول کیں، زور والوں نے کمزوروں پر ذرا ذرا سی باتوں پر دھونسیں جمائیں، ڈاکے ڈالے اور طیش میں آکر دوسروں کو جان سے مار ڈالا، یہ سب باتیں بے رحمی میں داخل ہیں۔

کبھی کبھی بھیک منگوں کو پیسہ، دھیلا دے دینے سے اور مصیبت زدہ پر تھوڑی دیر رو دھو لینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ رحم تو یہ ہے کہ کسی کے پاس کوئی چیز دوسرے سے زیادہ ہے تو وہ یہ سمجھے کہ یہ اللہ نے اسے ان دوسروں کی مدد کرنے کے لیے دی ہے، جو اس سے محروم ہیں۔ کسی میں مال کمانے کی قابلیت ہے تو اس لیے نہیں کہ کما کما کر اپنی تجوری بھرے، بلکہ اس لیے ہے کہ کما کر خود بھی کھائے اور بچا کر دوسروں کو بھی کھلائے۔ جنھیں کمانے کا ڈھنگ نہیں آتا اور جو حالات کی رفتار کے ہاتھوں مصیبت میں گرفتار ہیں۔ یاد رکھئے کہ خود غرض انسان پرلے درجے کا بے رحم ہے، خواہ وہ ظاہر میں لاکھ ہمدردی کی باتیں بتائے۔

اس حدیث سے سمجھ میں آتا ہے کہ جس شخص نے اس چیز کو، جو اسے اللہ عز و جل نے اپنے فضل سے اُسے دوسروں سے زیادہ عطا کی ہے، دوسروں سے روک کر رکھا اور اپنے ہی نفع کمانے میں لگا رہا، وہ بے رحم ہے۔ اُسے دنیا اور آخرت میں اللہ کے رحم کا وہ حصہ نہ ملے گا، جس کا وہ دوسروں کی مدد کر کے مستحق ہو سکتا تھا۔ خوب سمجھ لو دنیا کی حکومت، مال اور دولت میں دوسروں سے بڑھنے کی دھن میں لگے رہنے والے بے رحم ہیں اور وہ رحمتِ باری کے مستحق نہیں ہیں۔

انسانیت کے ساتھ بے رحمی کا سلوک کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی رحمت کا سلوک نہیں کرتا۔ اللہ کی رحمت بھی ان لوگوں پر نازل ہوتی ہے، جو دوسرے انسانوں کے اجتماعی مفاد کے لیے رحمت اور شفقت کا کردار ادا کرتے ہیں۔ انسانیت کے لیے رحمت یہ ہے کہ ایسا پُر امن سیاسی نظام قائم ہو، جس میں تمام انسان بے خوف ہو کر زندگی بسر کریں۔ عدل و مساوات کا ایسا معاشی نظام ہو کہ تمام انسانوں کی احتیاجات کی کفالت ہو جائے۔ آزادی اور حریت کا ایسا ماحول ہو کہ کوئی انسان غلامی کی لعنت میں مبتلا ہو کر قومی آزادی سے محروم نہ ہو جائے۔ اللہ کی رحمت آزادی اور حریت، عدل و انصاف، امن و امان قائم کرنے والوں پر ہوتی ہے۔ غلامی کی لعنت، بدامنی، ظلم اور خوف پیدا کرنے والے بے رحم لوگوں پر نہیں ہوتی۔

www.rahimia.org

اداریہ

بڑھتی ہوئی لاقانونیت اور مافیاز کا راج!!

کسی بھی ملک وقوم کی ترقی تبھی ممکن ہے، جب کہ وہاں انسانیت دوست اقدار پر مبنی قانونی روایات اور مستحکم سیاسی اور معاشی نظام قائم ہو۔ ایسا نظام کہ جس میں انسانیت دوست قانون کی پاس داری کو بنیادی حیثیت حاصل ہو۔ انسانی فطرت کی بنیادی اقدار اور انسان دوست قوانین کی اساس پر قائم بہترین سماجی نظام کے بغیر معاشرہ جنگل کا منظر پیش کرتا ہے۔ درندوں کے طور طریقوں پر مشتمل معاشرہ، انسانی زندگی کی توہین اور تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ وہ رجعت پسندی کا مظہر ہوتا ہے۔ انسانی زندگی کی درست نشو و ارتقا میں رُکاوٹ ہوتا ہے۔

گزشتہ کچھ عرصے سے ہمارے سماج میں ہر لحہ بڑھتی ہوئی لاقانونیت اور پھیلتی ہوئی دہشت گردی کے خوف ناک سائے ملکی صورتِ حال کو تشویش ناک بنا رہے ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارے ایک اہم صوبے کے وزیرِ قانون کی قانون شکنی پر اخبارات ''وزیرِ قانون کی لاقانونیت'' کی سرخیاں جما رہے ہیں۔ اور عدالتِ عالیہ کے ریمارکس ہیں کہ ''اگر حکومت لاقانونیت پر اُتر آئے تو کون قانون کی پابندی کرے گا؟'' حقیقت یہ ہے کہ پورا ملک ہی مقتدر طبقات کی لاقانونیت کا شکار ہو چکا ہے۔ پچھلے پانچ چھ سال سے جمہوریت کے نام سے ایسی حکومتوں کا سلسلہ شروع ہوا، جو ملکی قوانین کی پابندی کرنا اپنی توہین سمجھتی ہیں۔

اول تو ملک میں صحیح انسانی اور اسلامی اقدار پر مبنی کسی قانونی نظام کا فقدان ہے۔ جو قانون موجود ہے اس کا تعلق اسلامی اور انسانی اقدار کی بجائے جدید نوآبادیاتی دور کے تناظر میں عالمی سامراجی اور سرمایہ دارانہ مفادات کے تحفظ سے ہے۔ مروّجہ قوانین؛ بدلتے دور کے تقاضوں کے مطابق مسائل کا حل، کمزوروں کے انسانی حقوق کی کفالت، غربت و افلاس کے مارے ہوئے لوگوں کی تشفی کرنے کی استعداد کار سے بڑی حد تک محروم ہیں۔ اس نظام کی ساخت ہی ایسی ہے کہ عوامی حقوق پورا کرنے کے بجائے مقتدر ملکی طبقات اور عالمی سرمایہ دارانہ نظام کا تحفظ کیا جاتا ہے۔ ایسے میں مروّجہ قانون کی پاس داری سے بھی پورے عوامی نتائج حاصل نہیں ہوسکتے۔ لیکن بُرا بھلا جو بھی قانونی نظام ملک میں رائج ہے، ہمارے ملک کے مقتدر طبقات اس کے مثبت پہلوؤں کی پاس داری کو بھی اپنی توہین سمجھتے ہیں۔

حکومت اور انتظامیہ کا بنیادی کام انسانوں کو امن وامان فراہم کرنا اور انھیں دہشت گردی اور خوف کی لعنت سے چھٹکارا دلانا ہوتا ہے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ حکومتی اداروں میں ایسے مافیاز کا راج قائم ہو چکا ہے کہ جو انسانی حقوق کی پامالی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ حالت یہ ہو چکی ہے کہ ہر ادارے میں گروہی مفادات کے حامل طبقات کے قائم کردہ مافیاز وجود میں آچکے ہیں، جن کے سامنے عوامی مفاد کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ان کے سامنے ملکی قانون موم کی ناک کی طرح ہے۔ جس طرف چاہا اس کا رخ موڑ لیا۔ اول تو ڈیڑھ سو سال قبل غلامی کے دور میں بننے والے قانونی نظام میں بہت سے چور دروازے موجود ہیں۔ قوموں کو غلام بنانے اور ان پر حکمرانی کے لیے ایسے ہی چور راستے رکھے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود ظاہری طور پر عوامی مفاد کے جتنے قوانین موجود بھی ہیں، حکومتی اداروں پر مسلط مافیاز ان کو بروئے کار لانے کا ایسا طریقہ اختیار کرتے ہیں، جن سے مخصوص طبقات کے مفادات ہی پورے ہوتے ہیں۔

قوموں کی شناخت ملکی نظم و نسق چلانے والے اداروں کی کارکردگی سے ہی ہوتی ہے۔ جب کہ حال یہ ہے کہ اس طرح کے مافیاز کا شکار ہر وہ شعبہ ہے، جس کا تعلق ملکی نظم و نسق سے ہے۔ ایسے مافیاز نے سیاست کے عنوان سے ''سیاسی پارٹیاں'' بنا کر ملک وقوم کی شناخت کو بھی مجروح کر دیا ہے۔ سیاست کا بنیادی کام ملک وقوم کی کمزوریوں کو دور کرکے انھیں ترقی کے راستے پر گامزن کرنا ہوتا ہے، لیکن یہاں سیاست دانوں کا کام اقتدار حاصل کرکے ملک وقوم کو غیر ملکی طاقتوں کا مقروض بنانا اور انسانیت کو تنزل کے راستے پر ڈالنا ہے۔ خطرناک بات یہ ہے کہ سیاست کے ایوانوں میں موجود مافیاز نے رہے سہے ملکی قانونی نظام کو تباہ و برباد کرکے رکھ دیا ہے۔ rules relaxation کے الفاظ فائلوں پر لکھ کر قانون شکنی کی جاتی ہے۔ ان کے اپنی زبان وقلم سے نکلے ہوئے جملے ہی قانون کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ وہ پانچ پانچ سال تک ملک پر مسلط رہتے ہیں۔ ''مفاہمت'' کے خودساختہ ''قانون'' کے تحت ملکی دولت کی لوٹ کھسوٹ کرتے ہیں۔ ملک وقوم کی دولت لوٹنے والے ایک دوسرے سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اس بات پر متفق رہتے ہیں کہ انھوں نے جدید نوآبادیاتی دور کے آقاؤں کی خدمت کرنی ہے۔ ان کے مفادات کے لیے یہ لوگ مل کر کام کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

سرمایہ داری نظام کے تحت غلامی کی زندگی بسر کرنے والے لوگوں پر اس سامراجی نظام کی بڑی لعنت یہی ہے کہ وہ اپنے سامراجی مقاصد کے لیے قومی مفادات کے علی الرغم ظلم، ناانصافی، بدامنی، قتل و غارت گری، خوف اور دہشت گردی کو فروغ دیتا ہے۔ یہ ظالمانہ نظام ان ملکوں میں اپنے ایسے مافیاز کی سرپرستی کرتا ہے کہ جو عالمی سرمایہ دارانہ مفادات کی نگہبانی کے فرائض سرانجام دیں اور ان کے لیے آلہ کار کے طور پر کام کریں۔ خواہ ایسے مافیاز کا تعلق ملکی نظام کے کسی شعبے سے ہو۔ عالمی گروہی طاقتوں کے نمائندے اپنے مفادات کی پراکسی وار، غلام ملکوں میں لڑتے ہیں۔ اور عوام مفادات کی اس لڑائی میں پستے چلے جاتے ہیں۔

ملک کی باشعور اور نوجوان طاقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ انسانی سماج کی ترقی کی بنیادی اقدار کو سمجھیں اور انسانی بنیادوں پر قانون کی تشکیل و ترویج کی اہمیت جانیں۔ نیز شعوری طور پر بڑھتی ہوئی لاقانونیت کے صحیح تناظر کا ادراک کریں۔ اور ایسے مافیاز کے خلاف مزاحمتی شعور پیدا کریں، جو ملک وقوم کی تباہی و بربادی کا باعث بن رہے ہیں۔ کسی ملک کی نوجوان طاقت کا اپنے سماج کے ہمہ جہتی پہلوؤں کا شعوری مطالعہ اور سماجی ترقی و فلاح و بہبود کے لیے انقلابی جدوجہد کا راستہ اختیار کرنا اس ملک میں انسانی ترقی کا باعث بنتا ہے۔

آج ہمیں سوچنا ہے کہ ہم سے بعد میں آزاد ہونے والے ممالک کی باشعور افرادی قوت اور اجتماعی طاقت نے ایسے ہی مزاحمتی شعور کی آبیاری کی ہے۔ اور قومی جدوجہد کا راستہ اختیار کرتے ہوئے اپنی سوسائٹی کے مسائل کو حل کرنے کے لیے انقلابی طریقے دریافت کیے۔ اس مزاحمتی شعور اور انقلابی حکمتِ عملی کی وجہ سے ہی آج انھوں نے ایک آزاد قوم کی حیثیت سے سماجی ترقی کا وہ سفر پچاس سالوں میں پورا کرلیا، جو مغربی سامراجی اقوام نے پوری دنیا کو لوٹ کر اڑھائی سو سال میں طے کیا تھا۔ باشعور قومیں اسی طرح ترقی کی منازل طے کرتی ہیں۔

اس سلسلے میں ہمارے لیے دین اسلام کی انسانیت دوست اقدار بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ دین اسلام کی جامع تعلیمات ایسے بہترین قانونی اقدار کی طرف رہنمائی کرتی ہیں، جو سیاسی، معاشی اور اجتماعی نظم و نسق پر مبنی درست نظام تشکیل دینے کا باعث ہیں۔ ایسی تعلیمات کا شعوری مطالعہ ہمارے لیے کامیابی کی کلید ہے۔ آج ضرورت ہے کہ ہم دینی حوالے سے قومی نقطہ نگاہ اپنائیں اور اجتماعی تقاضوں کو سمجھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عدمِ تشدد کے اصول پر دینی شعور کی ایسی ہی تحریک؛ قومی آزادی اور سماجی ترقی کی نوید بن سکتی ہے۔ (مدیرِ اعلیٰ)

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

افادات: حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوری رابع و مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

(حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے 16/ اگست 2013ء کو ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ کے مین کیمپس لاہور میں نمازِ جمعہ کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے خطبہ مسنونہ کے بعد وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ط (148:2) کے تناظر میں اپنی گفتگو میں مندرجہ ذیل ارشادات فرمائے:)

معزز دوستو! دین اسلام کی جامع تعلیمات انسانی فلاح و بہبود کے لیے ایک واضح راستہ اور پروگرام پیش کرتی ہیں۔ ہر انسانی معاشرہ کسی نہ کسی نظریے اور فکر پر قائم ہوتا ہے۔ معاشرے میں بسنے والے افراد اپنی اجتماعیت کسی نہ کسی فکر اور نظریے پر قائم کرتے ہیں۔ یہ فکر اور نظریہ کیا ہونا چاہیے؟ قرآن حکیم نے اس حقیقت کی نشان دہی کی ہے کہ ایسا فکر و نظریہ اختیار کرنا چاہیے جو انسانی بھلائی، خیر خواہی اور بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب تمام انسانیت کی ترقی کا باعث بنے۔ ایسے فکر کی اساس پر معاشرے کی اجتماعی ترقی مجموعی طور پر نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ لیکن اگر کسی ایک پہلو، کسی ایک جز کے حوالے سے ترقی کو پیش نظر رکھا جائے اور بحیثیتِ مجموعی انسانیت کے جملہ اجتماعی تقاضوں کی تکمیل پیش نظر نہ ہو تو جس درجے کی سطحیت نظریے اور فکر میں ہوگی، اسی درجے کی سطحیت اس معاشرے کی ساخت میں ہوگی۔ قرآن حکیم نے کہا ہے: وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ط ہر قوم کا ایک نظریہ اور ایک وجہتِ فکر ہوتی ہے۔ کسی نہ کسی رُخ، کسی نہ کسی سوچ، زاویۂ فکر کی اساس پر ہر انسان کام کرتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے حکم ہے: فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ط تم سبقت لے جاؤ ہر ایسے کام کے حوالے سے، جو انسانی بھلائی کا ہو۔ خیرات خیر کی جمع ہے، یعنی انسانیت کی فلاح و بہبود کا جو کام ہے، جو امور ہیں، ان میں تم آگے بڑھو۔ تمہارا فکر اور نظریہ انسانیت کی بھلائی کا ہونا چاہیے۔ انسانی مفاد کا ہونا چاہیے۔ انسانیت کو دنیا اور آخرت میں کامیاب بنانے کا ہونا چاہیے۔ گویا کہ مسلمان جماعت، جو قرآن پر ایمان رکھتی ہے، اس کی بنیادی ذمہ داری ایک ایسی سوچ اور فکر کو اپنانا ہے، جو انسانی بھلائی کے لیے کردار ادا کرے۔ اور ہر ایسے فکر اور نظریے سے برأت کا اعلان کرنا ہے، جو انسانیت کے لیے کسی بھی درجے میں نقصان دہ ہے۔ انسانیت کی مجموعی فلاح کے لیے اس نظریے سے برأت کا اعلان کرنا ہے، جس کے مضر اثرات سوسائٹی پر مرتب ہوتے ہیں۔ اور اس سوچ اور فکر کو اپنانا ہے، جو انسانی بھلائی کا ہے۔ اب انسانی بھلائی کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ زندگی کے بہت سے پہلو ہیں، جس میں انسانیت کی بھلائی کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ انسانیت کی بھلائی کا وہ کل نظام، جو زندگی کے تمام شعبوں کو براہِ راست متاثر کرتا ہے، بلکہ اُن کی اجتماعی شناخت کا بہت بڑا ذریعہ بنتا ہے، وہ کیا ہے؟ بھلائی یہ بھی ہے کہ ایک فرد دوسرے فرد کے کام آئے۔ انفرادی طور پر ایک فرد سوسائٹی میں انفرادی اخلاق کا پرچار کرے یا اُس کی اساس پر انسانوں کے ساتھ معاملہ کرے۔ فرد کا فرد کے ساتھ اخلاقی معاملے کے طور پر پیش آنا، خاندان کا خاندان کے ساتھ تعلق اور وابستگی پیدا کرنا بھی بھلائی کا ایک پہلو ہے۔ جب کہ بھلائی کا جامع ترین پہلو یہ ہے کہ پوری سوسائٹی کا وہ اجتماعی نظام، جو زندگی کے تمام دائروں کو براہِ راست متاثر کرتا ہے، اس کی طرف متوجہ ہو۔ اس کا شعور حاصل کرے اور اُسے قائم کرنے کی فکر کرے۔

انسانی بھلائی کے کام تو تمام مصلحین امت، تمام حکما اور تمام انبیا علیہم السلام کی تعلیمات میں پیش نظر رہے ہیں۔ ہر ہر مصلح، حکیم اور ہر قوم کے نبی نے اپنے اپنے دائرے کی اصلاح کا عمل کیا۔ خیر اور بھلائی کے فروغ کے لیے کردار ادا کیا۔ انسانی بھلائی کا سب سے بہترین اور جامع عمل وہ ہے، جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور رحمۃ للعالمین کل انسانیت کے لیے کیا۔ یعنی انسانی معاشروں میں قومی اور بین الاقوامی سطح کے تقاضوں کی تکمیل کی۔ ایک ایسا قومی انقلاب برپا کیا کہ جس میں سوسائٹی کے فرسودہ، رجعت پسند، انسانیت دشمن نظاموں سے علاحدگی اور برأت کا اعلان کیا اور ایک ایسا قومی نظام تشکیل دیا، جس نے انسانی زندگی کے تمام دائروں میں بھلائی اور خیر خواہی کا ایک مربوط نظام قائم کر دکھایا۔ نہ صرف قومی سطح پر، بلکہ اقوامِ عالم کے درمیان بین الاقوامی سطح کا انقلاب بھی برپا کیا۔ انسانیت کے بین الاقوامی مسائل کے حل کرنے کے لیے بھی انسانی بھلائی کا مجموعی نظام آپؐ اور آپؐ کی تربیت یافتہ جماعت نے قائم کیا۔ یعنی وہ کام، جو ہر علاقے، قوم اور نسل کے مصلحین امت نے انسانی بھلائی کے اپنے اپنے دائرے میں کیا تھا۔ آپؐ کا عالم گیر کام ان تمام سے زیادہ جامع، زیادہ مربوط، زیادہ وسیع اور تمام اقوامِ عالم تک پھیلا ہوا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن حکیم نے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ط کا جو حکم دیا ہے، یہ "خیـــرات" یعنی بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر دوسروں سے سبقت لے جانے کا عمل اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ انسان ابتدائی اور سطحی بھلائی کے کاموں تک محدود نہ رہے، بلکہ قومی اور بین الاقوامی سطح کی طرف بڑھے، مقابلہ کر کے سبقت لے جائے۔ "استبـــــاق" کا مطلب ہے؛ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے بڑھ چڑھ کر کوشش کرنا۔ اس آیت میں مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے: فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ط، خیرات اور بھلائی کے کاموں میں مثلاً دوڑ لگی ہو اور تم اس میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک مصلحین امت اور انبیا علیہم السلام نے انسانی بھلائی کے جتنے بھی مجموعی کام کیے، ان میں زیادہ دور تک اور دیر تک نفوذ اور اثر رکھنے والی جدوجہد اور کوشش وہ ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تربیت یافتہ جماعت نے کی۔ گویا کہ انسانی بھلائی کا ایک بین الاقوامی معیار قائم کر دیا۔ گویا آپؐ نے جدوجہد اور کوشش میں انسانی معاشرے کی فلاح و بہبود اور ترقی کا ایسا نظام قائم کیا، جو زندگی کے تمام شعبوں کو براہِ راست متاثر کرتا ہے۔

قومی نظام درست ہو جاتا ہے، بین الاقوامی سسٹم انسانی مفاد اور فائدے کی اساس پر منظم ہو جاتا ہے تو ذیلی تمام شعبے اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ فرد کی تعمیر و شخصیت کا عمل ہے، خاندان ہے، اسی طرح سے قبیلہ ہے، یہ قومی زندگی کے مختلف دائرے ہیں۔ اس طرح سیاسی عمل، معاشی اور اقتصادی عمل، سماجی اور عمرانی دائرہ، زندگی کے تمام شعبے انسانی بھلائی کی اساس پر تشکیل پذیر ہوتے ہیں۔ اگر صرف ایک خاندان کی بھلائی سوچی جائے، صرف ایک فرد، ایک قبیلے اور ایک شہر کی بھلائی سوچی جائے تو اس کا دائرہ محدود ہے۔

مسلمان جماعت کو حکم دیا گیا ہے کہ تمہاری بھلائی کی سوچ بین الاقوامی ہونی چاہیے۔ تمہارے نظریے کی اساس کل انسانیت سے ظلم کے خاتمے، عدل و انصاف کے قیام، انسانی مساوات اور عدل کی بنیاد پر ہو، طبقاتی نظام اور سرمایہ پرستی کی بنیاد پر نہ ہو۔ انسان اپنی ذاتی،

www.rahimia.org

گروہی اور طبقاتی خواہشات کا اسیر نہ ہوجائے۔ مفاد پرستوں کا آلہ کار نہ بن جائے۔ اب جتنے بھی اخلاق قرآن حکیم نے بیان کیے، جتنی بھی اقدار کا تعین علمائے ربانیین اور صوفیائے کرام نے کیا، جتنی بھی بُری باتوں سے رُکنے کا حکم دیا گیا، وہ تمام کی تمام فرد کی وہ انفرادی خواہشات ہیں یا ایک خاندان کے وہ انفرادی تقاضے ہیں یا ایک قبیلے کا وہ نسلی تعصب یا انفرادی بالادستی کا تصور ہے کہ جس سے دوسرے قبیلے، دوسرے فرد، دوسرے انسانوں کو نقصان پہنچے۔ ورنہ فی نفسہٖ انسان کے انسانی تقاضوں کی تکمیل دین اسلام کی تعلیمات کی اساسیات میں سے ہے۔ اس دنیا میں بقا کے لیے اس کے نفس کے تقاضوں کا ہونا اعتدال کی صورت میں ضروری ہے۔ انسان کو بھوک نہ لگے، پیاس محسوس نہ ہو، مرض کا احساس نہ ہو، خوشی غمی کا ادراک نہ رہے، گرمی سردی سے بچاؤ کا احساس اور ادراک ختم ہوجائے، اچھے بُرے میں تمیز ختم ہوجائے، تو وہ انسان اپنی انسانی بقا کے لیے کام نہیں کرسکتا۔ اب جب نفس انسانی کے ان تقاضوں کے روکنے کا حکم دیا جاتا ہے، بھوک لگی ہوئی ہے، لیکن کھانا نہیں کھانا، اس لیے کہ روزہ رکھا ہوا ہے۔ پیاس لگی ہوئی ہے، پانی نہیں پینا، اس لیے کہ اللہ کے لیے آپ نے کھانا پینا بند کیا ہوا ہے۔ اب یہ ایک محدود مدت کے لیے ہے اور اس تربیت کے حصول کے لیے ہے کہ نفس میں اعتدال پیدا ہو۔

اسلام میں یہ نہیں کہ نفس کی تمام خواہشات یا تمام تقاضوں کو کچل دیا جائے، یعنی وہ ذلت قبول کرلے۔ راہبوں کی طرح ہر حالت میں بھوکا رہا کرے، ہر وقت پیاسا رہے، اس میں خوشی غمی کا ادراک ختم ہوجائے، گرمی سردی سے بچاؤ کا کوئی تصور اس کے اندر نہ رہے۔ یہ تو پاگل پن ہے، جنون کی کیفیت ہے، جس میں یہ ادراکات ہی نہیں، صلاحیت واستعداد ہی نہیں، یہ انسان تھوڑا ہی ہے؟ یا اسی طریقے سے ایسا انسان جس کے اندر اتنی بھوک پیدا ہوجائے کہ وہ نہ صرف اپنا، بلکہ اپنے قریبی عزیز واقارب، اپنے خاندان، اپنے محلے والوں کی دولت لوٹ کر بھی کھانا کھاتا ہے، جوع الارض (زمین پر قبضے) کے مرض میں مبتلا ہوگیا۔ تو بھوک کا حد سے بڑھ جانا یا حد سے گر جانا، پیاس کا حد سے بڑھ جانا کہ بغیر ضرورت ہر پینے والی چیز سڑپ کر رہا ہے تو سوائے بیماری اور مرض کے اور کیا ہے؟ یہ مرض ہے کہ پیاس نہیں بجھتی اور گلاس پر گلاس پیٹ میں ڈال رہا ہے۔ دین اسلام نفس میں اعتدال کی حالت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ نہ یہ کہ نفس کی تمام جڑیں کاٹ کر اُس کو انسانی تقاضوں سے محروم کردیا جائے اور نہ یہ کہ نفس کو بے لگام چھوڑ کر خواہشات کا غلام بنا دیا جائے۔ اور یہ اس لیے کہ اُسے دراصل دوسرے انسانوں کے حق کو تسلیم کرنا ہے۔ اُن کے حق پر ڈاکہ ڈالنے سے باز رہنا ہے۔ یہ اجتماعیت ہے۔ گویا کہ فرد کا انفرادی عمل بھی دراصل اجتماعی تقاضوں کی تکمیل اور دوسرے انسانوں کے حقوق کو پورا کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ زہد وتقویٰ اسی بات کا نام ہے۔ انسان مال و دولت کی رغبت اس تناظر میں کرنا شروع کردے کہ انسانی حقوق پر ڈاکہ ڈالنے لگے، دوسروں کے حقوق غصب کرنے لگے، یہ درست نہیں۔ زہد وتقویٰ کا وہ طریقہ، جس میں خود نفس انسانی کی انسانی صلاحیت ہی ختم ہوجائے، انسانی شناخت ہی ختم ہوجائے، اس کا دین میں کوئی تصور نہیں۔

''خیرات'' دراصل انسانی بھلائی کے وہ اعمال ہیں، جس کے ذریعے سے انسان بحیثیتِ مجموعی سوسائٹی میں ترقی کے منازل طے کرتا ہے، آگے بڑھتا ہے۔ نظریہ اور فکر، سوچ دراصل انسانی بھلائی کا ہو، انسانیت کی فلاح و بہبود کا ہو، انسانیت کو کامیاب بنانے کا ہو، اس کے لیے ترقی دینے کا ہو، نہ یہ کہ اس پر ظلم وستم ڈھانے کا ہو۔ پھر اس خیرات کے پہلو میں، اچھائی کو قبول کرنے کے حوالے سے صرف فکر ونظریہ اور سوچ ہی کافی نہیں، بلکہ اُس بھلائی کی اساس پر ایک سسٹم کا قائم ہونا ضروری ہے۔ دنیا بھر کے تمام مذاہب میں اخلاقیات کا وعظ کہنے والے سارے مصلحین یہی بات کہتے ہیں کہ ظلم نہ کرو، عدل کرو۔ اچھائی کے ساتھ پیش آؤ، برائی مت کرو۔ کسی سے لڑو جھگڑو نہیں، انصاف کرو، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ایک ہے محض وعظ کہ جس کا جی چاہے مانے، جس کا جی چاہے نہ مانے۔ دنیا میں ایسا نہیں ہوتا۔ دنیا میں ہر کام کرنے کے لیے ایک سسٹم بنانا پڑتا ہے۔ انسانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے ہیلتھ سسٹم وجود میں لانا پڑتا ہے، تب لوگوں کی صحتیں درست ہوں گی۔

ہر انسان اپنے فکر ونظریے کی بنیاد پر انفرادی طور پر درست ہونے کے لیے کردار ادا کرے تو نہ وسائل اس کے لیے مجموعی طور پر دستیاب، نہ اس کے مطابق وہ کوئی کام کرسکتا ہے۔ اس کے لیے ایک نظام اور ایک ماحول فراہم کرنا ضروری ہے۔ تاکہ ہر آدمی اپنی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے اُس نظام کی مدد سے ترقی کرسکے۔ اگر ماحول مرض پیدا کرنے کا ہو اور فرد صحت کے لیے کوشاں رہے تو اس کی انفرادی کاوشیں، ماحول کی خرابی کے اندر ملیا میٹ ہوجائیں گی۔ کوئی اثر اور نتیجہ مرتب نہیں ہوگا۔ آپ صحت مند رہنا چاہتے ہیں تو صحت مندی کا ماحول بنانا ہوگا۔ اپنے گھر، دوکان، محلے، اپنے شہر، اپنی سوسائٹی کو صاف ستھرا رکھنا، اپنے لیے ایک ایسا اجتماعی عمل اختیار کرنا ہوگا کہ جو انسانی اجتماعیت کو نقصان پہنچانے والے وائرس کو حکومتی طاقت کے بل بوتے پر ختم کرسکے۔ ایک فرد تو ایسا نہیں کرسکتا۔ کسی جگہ پر کوئی زہریلا وائرس اثر انداز ہو تو اجتماعی طاقت کے ذریعے سے اس کو ختم کیا جاسکتا ہے اور وہ حکومت اور سسٹم کی ہوتی ہے۔ فرد کی طاقت نہیں ہوتی۔ جیسے صحت کا ایک نظام بنانا ضروری ہے، تعلیم کا ایک سسٹم بنانا ضروری ہے، عدل وانصاف کا ایک نظام، عدل وانصاف فراہم کرنے والا ایک عدالتی سسٹم بنانا ضروری ہے، ایسے ہی وہ اقدار جو انسانی بھلائی کی، انسانیت کی ترقی اور فلاح و بہبود کی ہیں، جو فکر اور سوچ آپ نے انسانی بھلائی کا اپنایا ہے، اس کا نظام بھی بنائیں، اس کا سسٹم بھی بنائیں۔ دین اسلام مسلمان جماعت پر یہ پابندی عائد کرتا ہے کہ وہ محض اچھائی برائی کا علم ہی پیدا نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اسے اچھائی برائی کی تمیز اور شعور پیدا کرکے اچھائی کا سسٹم بھی بنانا ہے۔ اور اگر برائی کا نظام موجود ہو تو اسے ختم بھی کرنا ہے۔ اسے انسانی بھلائی کا سسٹم وجود میں لانا ہے۔ انسانیت کے لیے برائی پیدا کرنے والے سسٹم کو ختم کرنا ہے۔ صحت مند نظام بنانا ہے، غیر صحت مند سسٹم کو اپنی سوسائٹی سے ختم کرنا ہے۔ گویا کہ مسلمان جماعت نہ صرف ایک اچھے فکر اور سوچ کی دعوت دیتی ہے، اس کا شعور پیدا کرتی ہے، بلکہ اس اچھائی کا نظام قائم کرنے کے لیے بھی عملی جدوجہد اور کوشش کرتی ہے۔

آج یہ دونوں باتیں ہمارے معاشرے سے نکل گئیں۔ بحیثیتِ مجموعی اسلام کے نقطہ نگاہ سے انسانی سماج کی تشکیل کس فکر اور نظریے پر ہونی چاہیے، یہ فکر اور نظریہ ختم ہوتا جارہا ہے۔ اگر مسلمان ہونے کے باوجود کوئی نظریہ موجود ہے تو وہ ظلم کا ہے۔ یا کم از کم دین کی اعلیٰ تعلیمات کے غلبے کا نہیں۔ عام طور پر ترقی کی کوئی سوچ موجود نہیں ہے۔ اگر ہے تو اس کا دائرہ بہت ہی سطحی ہے، محض مادی نقطہ نگاہ سے، محض جزوی پہلوؤں کو لیے ہوئے ہے۔ سوچ کی وسعت، فکر کا پھیلاؤ، نظریے کی ہمہ گیری موجود نہیں۔ انفرادی اصلاح، قبیلے کی اصلاح، ملک کی اصلاح، جزوی اور انفرادی نظریات وافکار اور محض چند جزوی اخلاقیات کے تناظر میں ہے۔ دین اسلام کا جو بلند فکر ہے، بلند نظریہ، بین الاقوامی سوچ، انسانیت گیر اقدار، اس حوالے سے ہمارا فکر اور نظریہ مجموعی طور پر نہیں ہے۔ بقیہ صفحہ نمبر 8 پر

www.rahimia.org

رپورٹ: محمد زبیر

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

کا دورۂ جنوبی پنجاب 2

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کے دورۂ جنوبی پنجاب کا دوسرا مرحلہ 11/ اپریل 2013ء سے شروع ہوکر 23/ اپریل 2013ء تک جاری رہا۔ اس طرح دوسرا مرحلہ بارہ روزہ دورے پر مشتمل تھا۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مؤرخہ 11 اپریل 2013ء بروز جمعرات کو حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ لاہور سے منچن آباد تشریف لائے۔ جناب محمد احمد پراچہ کی رہائش گاہ پر مقامی دوستوں نے حضرت کا بھرپور استقبال کیا۔ نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد چائے سے خاطر تواضع کی گئی۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر پراچیاں والی مسجد میں منعقد ہوئی، جس میں اس علاقے کے اکثر احباب نے شرکت کی۔ ذکر اللہ کے بعد کافی دوستوں نے حضرت اقدس مدظلہٗ العالی سے سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور میں بیعت کی۔ اس موقع پر منچن آباد بارکونسل کے صدر جناب خالد محمود وٹو ایڈووکیٹ نے بھی حضرت اقدس سے ملاقات کی۔ نمازِ عشا کے بعد اسی مسجد میں عمومی سیمینار منعقد کیا گیا، جس میں اہلِ علاقہ، متعلقین اور کالجز کے نوجوانوں کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ سیمینار کی نظامت جناب مولانا عبدالرحیم طاہر نے کی، جب کہ ابتدائی گفتگو اور تعارف جناب مولانا محمد طارق نے کرایا۔ ان کے بعد جناب خالد محمود وٹو ایڈووکیٹ نے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ اس کے بعد حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری نے سیمینار کے موضوع ''سماجی تبدیلی اسوۂ حسنہ کی روشنی میں'' پر گفتگو فرمائی۔

مؤرخہ 12 اپریل بروز جمعۃ المبارک منچن آباد سے ہارون آباد جاتے ہوئے جناب شوکت علی کی دعوت پر راستے میں جنڈ والا میں کچھ دیر قیام کیا۔ صبح کا ناشتہ ان کے گھر کیا، جہاں اہلِ علاقہ کثیر تعداد میں جمع تھے۔ اس موقع پر حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر مدظلہٗ بھی چشتیاں سے تشریف لے آئے۔ ناشتے کے بعد حضرت اقدس نے سب کے لیے دعا فرمائی اور ہارون آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ جامعہ تعلیم القرآن ریلوے مسجد ہارون آباد میں آپ کا بھرپور استقبال کیا گیا۔ اس دوران بورے والا سے حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ بھی تشریف لے آئے۔ نمازِ جمعہ سے پہلے حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی کا خطاب ہوا، جب کہ جمعہ کا خطبہ حضرت اقدس رائے پوری نے ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد انھوں نے نمازِ جمعہ پڑھائی۔ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد حضرت اقدس نے ''قرآن حکیم کی عظمت'' پر بیان ارشاد فرمایا۔ حضرت مفتی عبدالقدیر مدظلہٗ نے حفاظ کو آخری سبق پڑھایا اور فارغ التحصیل بچوں میں اسناد تقسیم کی گئیں۔ حضرت اقدس کی دعا کے ساتھ تقریب کی تکمیل ہوئی۔ نمازِ عصر کے بعد آنے والے مہمانوں اور مقامی حضرات سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ نمازِ مغرب کے بعد حسبِ معمول ریلوے مسجد میں مجلس ذکر ہوئی، جس میں علاقے بھر کے احباب نے شرکت کی۔ اس سے فارغ ہوکر حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ حسن مسجد گودی تشریف لے گئے، جہاں نمازِ عشا کے بعد مولانا مفتی عبدالقدیر نے درسِ قرآن ارشاد فرمایا۔ درس کے بعد کئی لوگوں نے حضرت اقدس کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور دعا کے ساتھ نشست کی تکمیل ہوئی۔ مہمانوں کے لیے مسجد کے خطیب مولانا عبدالرازق اکمل نے ضیافت کا اہتمام کیا۔

مؤرخہ 13 اپریل بروز ہفتہ کو نمازِ فجر کے بعد حضرت رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ حضرت محترم حاجی یعقوب علی (مجاز حضرت رائے پوری رابعؒ) کی دعوت پر ناشتے کے لیے چک نمبر 19/3R تشریف لے گئے۔ ناشتے کے بعد ڈاکٹر محمد اسلم پرنسپل سرسید پبلک سکول کی دعوت پر ان کے سکول میں تقریبِ تقسیمِ انعامات کے لیے پل مراد چشتیاں تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے ''بچوں کی تعلیم و تربیت میں والدین اور اساتذہ کا کردار'' کے موضوع پر خطاب فرمایا اور انعامات تقسیم کیے۔ نمازِ عصر کے بعد حضرت اقدس رائے پوری گلوریس پبلک سکول چک 50، شہر ہارون آباد کی افتتاحی تقریب میں بطور مہمان خصوصی تشریف لے گئے۔ اور وہاں بھی عصری اور دینی تعلیم کی اہمیت پر خطاب کیا۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر جامعہ تعلیم القرآن ریلوے مسجد میں منعقد ہوئی، جس میں تمام احباب نے شرکت کی۔ اس کے بعد حضرت اقدس ایک عمومی سیمینار میں تشریف لے گئے۔ سیمینار کی صدارت حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر نے کی۔ اس سیمینار میں پہلے حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی نے خطاب کیا۔ ان کے بعد حضرت اقدس نے ''عہدِ حاضر کے سماجی مسائل اور ان کا ولی اللّٰہی حل'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس سیمینار میں شہر کے اساتذہ، وکلا، تاجر حضرات، خانقاہ کے متعلقین و متوسلین اور کالجز کے طلبا کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

مؤرخہ 14 اپریل بروز اتوار جناب راؤ عبداللہ کے ہاں ناشتے کے بعد حضرت اقدس حاصل پور کے لیے روانہ ہوئے۔ جہاں حاصل پور میں مقامی دوستوں نے آپ کا پُرتپاک استقبال کیا۔ اس کے بعد بارکونسل ہال میں دعوتی سیمینار منعقد ہوا، جس میں ابتدائی تعارف مولانا عبدالرحمٰن نے کرایا۔ اس کے بعد حضرت اقدس رائے پوری نے ''اسلام میں بنیادی انسانی حقوق کا تصور'' کے موضوع پر تفصیلی خطاب فرمایا۔ سیمینار میں نوجوانوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ سیمینار سے فراغت کے بعد جناب جبار شاہین کی رہائش گاہ پر دوستوں کے لیے استفادہ نشست ہوئی۔ نمازِ مغرب و مجلس ذکر کا اہتمام جناب پروفیسر ظفرالاسلام کے ہاں تھا جس میں تمام دوستوں کے ساتھ ساتھ سلسلہ کے متعلقین کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ نمازِ عشا اور کھانے کے بعد ان کی رہائش گاہ پر ایک عمومی سیمینار منعقد ہوا، جس کی صدارت حضرت مفتی عبدالقدیر نے کی اور نظامت مولانا عبدالرحمٰن نے کی۔ خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا تعارف حضرت مفتی عبدالقدیر مدظلہٗ نے پیش کیا۔ اس کے بعد ''آزادئ ہند میں علمائے حق کا کردار'' کے موضوع پر حضرت اقدس رائے پوری نے تفصیلی خطاب فرمایا۔ اس عمومی سیمینار میں پروفیسرز حضرات اور طلبا کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ پھر لوگوں نے حضرت سے بیعت کی۔

مؤرخہ 15 اپریل بروز سوموار کو حضرت اقدس رائے پوری خیر پور ٹامے والی میں جناب ڈاکٹر حارث و ڈاکٹر انس کی رہائش گاہ پہنچے۔ جہاں خیر پور کے دوستوں نے آپ کا شان دار اِستقبال کیا۔ یہاں مقامی دوستوں کے ہمراہ استفادہ نشست ہوئی۔ سپیریئر سکول میں دعوتی سیمینار کا انعقاد کیا گیا تھا، جس کی صدارت حضرت مفتی عبدالقدیر مدظلہٗ نے فرمائی، جب کہ نظامت جناب مولانا عبدالقدوس نے کی۔ خانقاہ کا تعارف حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ نے پیش کیا اور ان کے بعد حضرت اقدس نے ''موجودہ سیاسی صورتِ حال اور نوجوانوں کا کردار'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس کے بعد سبز مسجد خیر پور ٹامے والی تشریف لے گئے، جہاں مدرسہ کی انتظامیہ اور مہتمم جناب صاحبزادہ مولانا عبدالقادر دین پوری مدظلہٗ نے آپ کا

www.rahimia.org

پُر جوش استقبال کیا۔ نمازِ عصر کے بعد متعلقین اور متوسلین نے حضرت سے ملاقات کی۔ نمازِ مغرب کے بعد سبز مسجد میں مجلس ذکر ہوئی، جس میں علاقے بھر کے تمام متعلقین نے بھرپور شرکت کی۔ اس کے بعد تکمیل قرآن حکیم کی تقریب ہوئی، جس کی صدارت جناب صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالقادر دین پوری مدظلہٗ نے فرمائی۔ خانقاہ کا تعارف حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ نے پیش کیا اور عمومی خطاب حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے ارشاد فرمایا۔ نمازِ عشا کی ادائیگی کے ساتھ تقریب کی تکمیل ہوئی۔

مؤرخہ 16/اپریل بروز منگل کو حضرت نے گورنمنٹ ہائی سکول خیر پور کے طلبا اور اساتذہ سے خطاب فرمایا۔ اس کے بعد حضرت اقدس BC کالج خیر پور ٹامے والی تشریف لے گئے، جہاں آپ نے کالج کے اساتذہ اور طلبا سے خطاب فرمایا۔ اس کے بعد حضرت نے ڈاکٹر حارث کے والد کے ہسپتال کا افتتاح فرمایا۔ اور پھر خانقاہ کے قدیم متوسل جناب حاجی راؤ عبدالحفیظ خاں صاحب کی دعوت پر ان کی رہائش گاہ پر کھانے کے تشریف لے گئے۔ نمازِ عصر سبز مسجد میں ادا کی۔ اس کے بعد متعلقین اور اہل علاقہ کے ساتھ نشست ہوئی۔ نمازِ مغرب کے بعد حسبِ معمول مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ اس کے بعد حضرت مفتی عبدالقدیر مدظلہٗ نے ''اولیاء اللہ کی صحبت کی اہمیت'' پر خطاب فرمایا۔ نمازِ عشا کی ادائیگی اور کھانے کے بعد تمام دوستوں نے حضرت اقدس رائے پوری سے استفادہ کیا اور حضرت اقدس کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔

مؤرخہ 17 اپریل بروز بدھ کو حضرت مفتی عبدالقدیر نے نمازِ فجر کے بعد سبز مسجد میں درس قرآن ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد جناب راؤ الطاف الرحمٰن کی دعوت پر حضرت رائے پوری ان کی رہائش گاہ پر ناشتے کے لیے تشریف لے گئے۔ ناشتے سے فراغت کے بعد حضرت اقدس رائے پوری خانقاہ کے قدیم متوسل ڈاکٹر عبدالوحید کی عیادت کے لیے قائم پور تشریف لے گئے اور وہاں اہل خانہ کے لیے دعا کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ کے ہمراہ چشتیاں کے لیے روانہ ہوگئے۔ جہاں حضرت مولانا حسین احمد علویؒ (مجاز حضرت رائے پوری رابعؒ) کی رہائش گاہ پر چشتیاں کے دوستوں نے آپ کا نہایت پُر جوش استقبال کیا۔ نمازِ ظہر، کھانا و آرام و نمازِ عصر کے بعد یہیں خواتین کے لیے اصلاحی تقریب کا انعقاد کیا گیا جس میں ''عظمتِ قرآن'' کے موضوع پر حضرت مفتی عبدالمتین نعمانی نے درس قرآن ارشاد فرمایا۔ بعد ازاں حضرت نے پند و نصائح فرمائیں اور بیعتِ توبہ کے کلمات کہلوائے۔

نمازِ مغرب و مجلس ذکر جامعہ اشاعت العلوم چشتیاں میں ہوئی۔ اسی دوران حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (مجاز حضرت رائے پوری رابعؒ) بھی جھنگ سے تشریف لے آئے۔ نمازِ عشا کے بعد جامعہ ہذا میں تقریبِ تکمیل بخاری شریف منعقد ہوئی، جس کی صدارت جناب صاجزادہ حضرت مولانا عبدالقادر دین پوری مدظلہٗ نے فرمائی۔ نظامت کے فرائض مولانا عبدالنصیر نے ادا کیے۔ حضرت مولانا ناصر عبدالعزیز نے خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کو تفصیلی تعارف پیش کیا۔ حضرت مفتی عبدالمتین نعمانی نے ''عظمتِ قرآن کریم'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ بعد ازاں حضرت اقدس نے بخاری شریف کی آخری حدیث پر درس ارشاد فرمایا۔ تقریب کی تکمیل پر گزشتہ سال کے فارغ التحصیل طلبا کو اسناد اور دستار فضلیت تقسیم کی گئیں اور حضرت نے دعا فرمائی۔

مؤرخہ 18 اپریل بروز جمعرات کو ناشتے کے بعد مہتہ جھیڈو کے لیے روانگی ہوئی جہاں جناب طالب شاہ کے ہاں دوپہر کے کھانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس کے بعد جناب ماسٹر غلام رسول کی دعوت پر ان کے رحیمیہ پبلک سکول میں چائے کے لیے تشریف لے گئے۔ نمازِ ظہر کے بعد ملز روڈ پر ایک ہال میں ایک دعوتی سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ جس کی صدارت جناب سعداللہ قاسم نے کی اور نظامت جناب ڈاکٹر محمد اسلم نے کی۔ ''سماجی تبدیلی میں تعلیم و تربیت کی اہمیت'' کے موضوع پر حضرت مولانا ناصر عبدالعزیز نے خطاب فرمایا۔ بعد ازاں حضرت اقدس نے ''عہد حاضر میں درپیش مسائل کا ولی اللّٰہی حل'' کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ سیمینار میں تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے احباب نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ سیمینار سے فراغت کے بعد جناب مولانا غلام مرتضٰی کی دعوت پر مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن اسلام نگر میں تشریف لے گئے، جہاں مختصر سی تقریب میں حضرت اقدس نے اپنے خطاب سے نوازا اور دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت اقدس شہر فرید روانہ ہوئے جہاں نمازِ مغرب و مجلس ذکر ادا فرمائی۔ جامع مسجد شہر فرید میں ''تکمیل قرآن کریم'' کی تقریب کا نمازِ عشا کے بعد اہتمام کیا گیا جس کی صدارت حضرت مفتی عبدالقدیر نے فرمائی، جب کہ نظامت کے فرائض مولانا عبدالقدوس نے ادا کیے۔ حضرت مولانا ناصر عبدالعزیز نے خانقاہ عالیہ رحیمیہ کا تعارف پیش فرمایا، جب کہ ''قرآن کریم کی عظمت کے تقاضے'' کے حوالے سے حضرت اقدس نے خطاب ارشاد فرمایا۔ دعا کے ساتھ تقریب کی تکمیل ہوئی۔

مؤرخہ 19/اپریل بروز جمعۃ المبارک خطبہ و نمازِ جمعہ کے لیے حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ مکی مسجد حسین کالونی چشتیاں میں تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا ناصر عبدالعزیز نے خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا تعارف پیش فرمایا اور خطبہ جمعۃ المبارک حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا۔ نمازِ جمعہ کے بعد الرحمت ویلفیئر سوسائٹی ٹرسٹ کے زیر اہتمام الرحمت کمیونٹی ہال چک 4/FW میں جناب مولانا محمد ارشد نیاز نے نوجوانوں کے لیے ایک سیمینار منعقد کیا تھا۔ سیمینار میں حضرت مولانا ناصر عبدالعزیز نے خانقاہ عالیہ کا تعارف پیش کیا۔ بعد ازاں حضرت اقدس مدظلہ العالی نے ''نوجوانوں کی اہمیت اور ذمہ داریوں'' کے موضوع پر ایک مفصل خطاب فرمایا۔ سیمینار کی صدارت ٹرسٹ کے صدر جناب عبدالغفور نے کی اور نظامت کی ذمہ داری جناب مولانا ارشد نیاز نے نبھائی۔ بعد ازاں چک نمبر 98/F میں جناب مولانا عبدالرحمٰن کی دعوت پر تشریف لائے۔ نمازِ مغرب و مجلس ذکر کے بعد عمومی تقریب منعقد کی گئی۔ جس کی صدارت حضرت مفتی عبدالقدیر نے کی جب کہ نظامت مولانا عبدالرحیم نے کی۔ یہاں بھی حضرت مولانا ناصر عبدالعزیز نے خانقاہ عالیہ رحیمیہ کا تعارف پیش کیا اور حضرت اقدس نے مفصل خطاب ارشاد فرمایا۔ بعد نمازِ عشا جناب مولانا عبدالرحمٰن کی رہائش گاہ پر رات کے کھانے کا اہتمام کیا گیا۔

مؤرخہ 20 اپریل بروز ہفتہ کو ناشتے کے بعد ڈونگہ بونگہ کے لیے روانگی ہوئی۔ آپ کے ہمراہ حضرت مفتی عبدالقدیر، مولانا رانا ارشاد احمد خاں اور دیگر احباب بھی تھے۔ جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات ڈونگہ بونگہ میں ختم بخاری شریف اور ختم قرآن حکیم کی تقریب ہوئی۔ حضرت مفتی عبدالقدیر مدظلہٗ نے قرآن حکیم کی اہمیت پر گفتگو فرمائی اور حضرت اقدس رائے پوری نے بخاری شریف کی آخری حدیث پر درس ارشاد فرمایا۔ بعد میں گزشتہ سال فارغ التحصیل ہونے والی طالبات میں اسناد تقسیم کی گئیں۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد حضرت اقدس جنڈ والا تشریف لے گئے جہاں مرکزی جامع مسجد میں نمازِ مغرب ادا کی اور مجلس ذکر بھی وہیں منعقد ہوئی۔ ذکر کے بعد حضرت اقدس نے ''ذکر اللہ کی اہمیت'' پر عمومی خطاب فرمایا۔ اس کے بعد

www.rahimia.org

مدرسہ عزیزیہ مدینہ مسجد جنڈ والا میں ختم قرآن حکیم کی تقریب کا انعقاد کیا گیا تھا۔ نمازِ عشا اسی مسجد میں ادا کی گئی بعدازاں ختم قرآن حکیم کی تقریب کا آغاز ہوا۔ گزشتہ سال کے طلبا میں اسناد تقسیم کی گئیں اور آخر میں حضرت نے پند ونصائح فرمائے اور دعا سے تقریب کی تکمیل ہوئی۔

مؤرخہ 21 اپریل بروز اتوار ناشتے سے فراغت کے بعد حضرت اقدس جناب راؤ محمد آصف کی دعوت پر ان کے سکول، السعید سکول سسٹم، کے افتتاح کے لیے مہاروالی تشریف لے گئے۔ افتتاحی تقریب کی نظامت جناب مولانا عبدالرحیم نے کی اور حضرت اقدس نے ''بچوں کی تعلیم وتربیت میں والدین اور اساتذہ کا کردار'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ افتتاحی تقریب سے فراغت کے بعد حضرت اقدس بہاولنگر کے لیے روانہ ہوئے۔

جناب شکیل احمد ساجد کے رہائش گاہ پر بہاولنگر کے احباب نے حضرت اقدس رائے پوری کا پُرتپاک استقبال کیا۔ بلدیہ ہال میں عمومی دعوتی سیمینار کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا تعارف حضرت مفتی عبدالقدیر مدظلہٗ نے پیش فرمایا جب کہ ''اسلام میں بنیادی انسانی حقوق کا تصور'' کے موضوع پر حضرت اقدس رائے پوری نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ سیمینار سے فراغت کے بعد حضرت اقدس، جناب چوہدری فرزند علی کی صاحبزادی کی رسم نکاح کی تقریب میں تشریف لے گئے۔ بعدازاں جناب قاری عبدالغفار کی دعوت پر مدرسہ فاروقیہ حافظ آباد تشریف لے گئے، جہاں حضرت نے دعا فرمائی اور خانقاہ حضرت بہاولنگریؒ دین پور کے لیے روانہ ہوگئے۔ جہاں نماز مغرب کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوئی، جس میں علاقے بھر کے احباب نے بھرپور شرکت کی۔ نمازِ عشا کے بعد عمومی جلسہ کا انعقاد کیا گیا، جس کی صدارت صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالقادر دین پوری مدظلہٗ نے کی۔ خانقاہ رحیمیہ رائے پور اور حضرت اقدس کا تعارف جناب مولانا لطیف الرحمٰن ناظم مدرسہ نے پیش کیا اس کے بعد حضرت اقدس نے خطاب ارشاد فرمایا۔ رات کا قیام خانقاہ دین پور شریف میں ہوا۔

مؤرخہ 22 اپریل بروز سوموار جناب حاجی محمود الحسن کی دعوت پر ناشتے کے لیے نوراتھ تشریف لے گئے۔ ناشتے سے فراغت کے بعد عارف والا کے لیے روانگی ہوئی، جہاں حضرت اقدس کا استقبال مقامی دوستوں کی کثیر تعداد نے کیا۔ قبولہ روڈ عارف والا کے ایک بڑے ہال میں عمومی دعوتی سیمینار منعقد کیا گیا تھا۔ سیمینار کی صدارت جناب مولانا عبدالواحد نے کی، جب کہ مہمان اعزازی حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ تھے۔ ادارہ رحیمیہ اور خانقاہ کا تعارف جناب مفتی عبدالمتین نعمانی نے کرایا جب کہ ''سماج کی تشکیل نو میں تعلیم وتربیت کی اہمیت اور نوجوانوں کی ذمہ داریاں'' موضوع پر حضرت اقدس نے سیمینار میں شریک سینکڑوں شرکا، جن میں وکلا، اساتذہ، تاجر، ڈاکٹرز اور کالجز و یونیورسٹیز کے طلبا شامل تھے، سے خطاب فرمایا۔ جسے شرکا نے بہت سراہا۔ سیمینار کی تکمیل پر حضرت اقدس بورے والا تشریف لے گئے۔ جامعہ خدیجۃ الکبریٰ بورے والا میں تمام احباب نے حضرت کا استقبال کیا۔ بعد نماز مغرب ومجلس ذکر ختم قرآن مجید کی تقریب منعقد ہوئی جس کی صدارت حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی نے کی جب کہ سٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری جناب مولانا محمد ظہیر نے نبھائی۔ نمازِ عشا وعشائیہ کے بعد متعلقین ومتوسلین دوستوں نے حضرت اقدس رائے پوری سے بھرپور استفادہ کیا اور یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہا۔

مؤرخہ 23/اپریل بروز منگل کو حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ کے گھر بورے والا میں ناشتہ کرنے کے بعد چیچہ وطنی روانہ ہوگئے۔ جہاں جناب راؤ حفیظ الرحمٰن کے گھر ان کی عیادت کی اور اہل خانہ کے لیے دعا کرنے کے بعد ساہیوال تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے مولانا عبدالواحد کے قائم کردہ کالج ''سکالرشپ ایجوکیشن سسٹم گرلز کیمپس ساہیوال'' کا افتتاح کیا اور دعا فرمائی۔ اس کے بعد انجینئر مدثر ستار کے گھر کچھ دیر قیام کے بعد لاہور کے لیے روانہ ہوگئے۔ اور اس طرح حضرت اقدس رائے پوری کا بارہ روزہ دورہ اپنے اختتام کو پہنچا۔

بقیہ خطبہ جمعہ دوسرا یہ کہ کسی درجے میں اگر اچھائی کی سوچ اور فکر یا شعور موجود ہے بھی تو محض اس کا وعظ ہے۔ اس پر تقریریں ہیں، لٹریچر ہے، تحریریں ہیں، گفتگو ہے، بات چیت ہے، اس کا نظام قائم کرنے کی کوئی فکر نہیں کہ اس کا سسٹم قائم کرنا بھی ہمارے فرائض میں شامل ہے یا نہیں۔ اچھائی کی تعریف، اس پر وعظ کرلو، تقریر کرلو، اس کی نصیحت کردو، تو نصیحت، وصیت، تبلیغ، تقریر، تحریر، یہ تو موجود ہے کسی درجے میں اور وہ بھی جزوی اور انفرادی فکر اور نظریے کے تحت ہے، لیکن جو بنیادی اقدار دین اسلام نے دیں، اس کی اساس پر سوسائٹی کا مجموعی نظام بنانا، سسٹمز تشکیل دینا، عدالتی نظام کیسے وجود میں آئے، سیاسی سسٹم کیسے وجود میں آئے، معاشی نظام کیسے وجود میں آئے، اور اگر دین اسلام کی بنیادی اقدار سے متصادم سیاسی نظام، معاشی سسٹم اور عدالتی نظام موجود ہے تو اسے ختم کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ اس کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ مسلمان مطمئن ہوگیا دو رکعات نماز پڑھ کے۔ مسلمان مطمئن ہوگیا کچھ صدقہ اور خیرات کرکے۔ مسلمان مطمئن ہوگیا روزہ اور نماز پڑھ کے، مسلمان مطمئن ہوگیا عمرہ اور حج کرکے، مطمئن ہوگیا چند انفرادی اخلاقیات کا وعظ کہہ کے، کوئی دو چار کتابیں اور مضامین لکھ کر۔ بھئی! وہ فکر اور نظریہ، جو عالم گیر تھا، اس کا سسٹم موجود نہیں، بلکہ اس کے علی الرغم انسانیت دشمنی کا نظام موجود ہے، اس سے برأت کا اعلان کا کیا طریقہ ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آتے ہیں تو ابوجہل کا ظلم کا سسٹم موجود ہے، ناانصافی کا سسٹم موجود ہے، تو آپؐ کی جدوجہد کا ہدف محض وعظ، محض تقریر، محض بات چیت اور گفتگو تھی؟ نہیں! ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ آپؐ نے منظّم جماعت کی تعمیر وتشکیل کی۔ ایسی جماعت جس نے جہالت، ظلم اور ناانصافی پر مبنی ابوجہل کا نظام ختم کرکے عدل وانصاف، امن وامان کی بنیاد پر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا نظام قائم کیا۔

آج سوچنے کی باتیں دو ہیں؛ ایک تو یہ کہ دین اسلام کا جامع، ہمہ گیر اور پوری انسانیت کی فلاح و بہبود کا جو فکر، نظریہ، اقدار، اخلاق، ویلیوز ہیں، ان کا شعور ہو کہ وہ کیا ہیں؟ انسانی معاشرے کی تشکیل کے لیے دین کی سیاسی قدر کیا ہے؟ سیاسی اخلاقیات، اقدار کون کون سی ہیں؟ معاشی اقدار و اخلاق کون کون سے ہیں؟ معاشی فکر کیا ہے؟ سماجی اور عمرانی تشکیل کے لیے قرآن کی بنیادی اقدار، اصول، ضابطے، فکر کیا ہیں؟ دوسری اس بات کے لیے عملی جدوجہد اور کوشش کرنا کہ دین کی بنیادی اقدار کی اساس پر سسٹم تشکیل پذیر ہو۔ اور ہر ایسے سسٹم سے برأت کا اعلان ہو، جو دین کی ان بنیادی اقدار سے متصادم ہے۔ اس سسٹم کو قائم کرنے کی فکر، جدوجہد اور کوشش ہماری زندگی میں کامیاب ہو یا نہ ہو، ہمارا فریضہ یہی ہے۔

آج قرآن کے اس اعلیٰ فکر، نظریے اور سوچ کو، جو اجتماعیت کی تشکیل کے لیے بنیادی کردار ادا کرتا ہے، اُسے سمجھنا ہے۔ اس پر پورا اعتماد پیدا کرنا ہے، اس کے بارے میں اپنی سوچ اور فکر، اپنے عمل اور کردار کے حوالے سے اپنے اندر کمٹمنٹ پیدا کرنی ہے۔ اور پھر اس کی اساس پر ایسے نظام کے قیام کی جدوجہد اور کوشش کرنی ہے، جو اُن اقدار کے فروغ کا باعث بنے۔ تب تو دنیا کی کامیابی بھی ہے، آخرت کی کامیابی بھی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں دین کے صحیح نظریے اور فکر اور اس کے بتلائے ہوئے سسٹم اور نظام کو اپنی سوسائٹی میں غالب کرنے کی سوچ، فکر، عمل اور کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

www.rahimia.org

از شہاب محمود، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور

ایک پُرتاثیر اور خلوص و محبت سے بھرپور شخصیت

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرّہٗ السعید

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے ہمارا صرف روحانی تعلق ہی نہیں، بلکہ خونی رشتہ بھی تھا۔ ان کے والد حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ میرے مرحوم والد نواب زادہ محمود علی خاں کے رشتے میں چچا لگتے تھے اور ہم سب چوہدری علی بخش کے صاحبزادوں نواب تفضّل حسین اور نواب تصدق حسین کی اولاد میں سے ہیں، جن کا تعلق گمتھلہ ضلع کرنال انڈیا سے تھا۔

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے میری پہلی ملاقات آج سے تقریباً 40 سال قبل سرگودھا میں ہوئی تھی، جب میرے والد اپنے چچا حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے ملنے سرگودھا گئے تھے۔ میں جب ایک نوعمر لڑکا تھا اور مجھے 22 بلاک سرگودھا کا حضرت جی کا گھر آج بھی یاد ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ بہت محبت سے ہمیں ملے اور ہم بہت دیر تک ان کے پاس بیٹھے رہے اور مختلف موضوعات پر بات ہوتی رہی۔ چلتے وقت حضرت جیؒ نے بہت سی دعائیں دے کر رخصت کیا۔ پھر اس کے بعد مجھے بڑے حضرت جی شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے ایک اور دفعہ بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے ہم سے اپنا تعلق قائم رکھا اور پھر وہ میرے والد کے انتقال، جو کہ جولائی 1982ء میں ہوا تھا، ہمارے گھر سرگودھا سے تعزیت کے لیے لاہور تشریف لائے اور رات کو ہمارے گھر قیام بھی کیا تھا۔ میرے والد کا اپنے چچا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کے پاس آنا جانا تھا۔ میرے والد کے انتقال اور بڑے حضرت جی کی وفات کے بعد بھی ان کے صاحبزادے اور جانشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے محبت و پیار کا جو تعلق قائم ہوا، وہ سلسلہ آخری وقت تک قائم و دائم رہا۔ حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ جب بھی سرگودھا سے لاہور تشریف لاتے تو بذریعہ فون اپنی آمد کی ضرور اطلاع کرتے۔ ان کا قیام اکثر 56- میکلوڈ روڈ لاہور اور ہلال انجینئرنگ فیکٹری ملتان روڈ لاہور میں ہوا کرتا تھا۔ میں ان سے ملنے اکثر ملتان روڈ جاتا۔ ان کی شخصیت میں ایک پُرتاثیر خلوص اور محبت تھی، جو کہ لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی چلی جاتی تھی۔ ہر ایک سے چاہے عمر میں چھوٹا ہو یا بڑا، بہت محبت اور پُرتپاک طریقے سے ملنا ان کا شیوہ تھا۔

2001ء کے بعد جب ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) کی کوئنز روڈ لاہور میں بنیاد رکھی گئی اور حضرتؒ جی سرگودھا سے لاہور منتقل ہوگئے تو حضرتؒ جی کے پاس آنا جانا زیادہ ہوگیا۔ میں اکثر اکیلا یا اپنے خاندان کے کسی فرد کے ساتھ حضرتؒ جی کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ وہ ہمیشہ بہت محبت اور پیار سے ملاقات کرتے۔ وہ ہمیشہ ہمیں کھانا کھلا کر اور بہت سے دعائیں دے کر رخصت کرتے۔ حضرت جی سے ہمارے خاندان کا تعلق چار سے پانچ دہائیوں پر مشتمل ہے اور اللہ اسے قائم و دائم رکھے۔

ہمارے خاندان کے ایک اور بزرگ حضرت مولانا نواب عشرت علی قیصر صاحب کا جب 2012ء میں کراچی میں انتقال ہوا تو حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے فون کر کے مجھ سے اور گھر کے دوسرے افراد سے تعزیت کی اور نواب صاحب کے گھر کراچی بھی فون کر کے ان کے صاحبزادے سے تعزیت کی۔ کچھ عرصہ بعد میری جب حضرت شاہ سعید احمد صاحب سے خانقاہِ رحیمیہ لاہور میں ملاقات ہوئی تو بہت دیر تک نواب عشرت علی قیصر صاحب کی باتیں کرتے رہے۔ نواب صاحب کا قیام زیادہ تر اسلام آباد اور کراچی میں ہوتا تھا۔ مولانا شاہ سعید احمد صاحب کا جب بھی ان دو شہروں میں جانا ہوتا تو وہ نواب قیصر صاحب سے ضرور ملتے۔ نواب قیصر صاحب میرے بڑے تایا نواب زادہ مسعود علی کے بیٹے اور میرے بڑے بھائی کے سسر بھی تھے۔ نواب قیصر صاحب مولانا فقیر محمد صاحب جو کہ پشاور میں مدفون ہیں، ان کے مریدِ خاص اور مجازِ بیعت بھی تھے۔ ان کا انتقال بھی ہمارے خاندان کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔ حضرت بھائی عبدالوہاب صاحب کے پاس رائے ونڈ میرا اکثر آنا جانا رہتا ہے۔ بھائی عبدالوہاب صاحب کا تعلق ہمارے دادا نواب لیاقت حسین کے آبائی گاؤں گمتھلہ ضلع کرنال انڈیا سے ہے اور وہ ہمارے خاندان کے سب ہی افراد کو فرداً فرداً جانتے ہیں۔ میں جب بھی رائے ونڈ ان کی خدمت میں حاضر ہوتا، وہ اکثر مولانا شاہ سعید احمد صاحب کی خیریت پوچھتے اور ان کے کام کی تعریف بھی کرتے ہیں۔

میری حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے آخری ملاقات ان کے انتقال سے کچھ عرصہ پہلے ادارہ رحیمیہ لاہور میں ہوئی۔ ہمارے کچھ رشتہ دار کراچی سے آئے تھے اور حضرت جیؒ سے ملنے کی خواہش پر میں ان کو ادارہ رحیمیہ لے گیا۔ جب ہم حضرتؒ جی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت مغرب کا وقت تھا۔ ہم نے مغرب کی نماز ان کے ساتھ ادا کی۔ نماز کے بعد ذکر و اذکار کی محفل ہوئی۔ اس کے بعد حضرت جیؒ سے بالمشافہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حسبِ معمول حضرتؒ جی ہم سے پیار و محبت سے ملے اور رات کا کھانا کھلا کر اور بہت سی دعائیں دے کر رخصت کیا۔ کسے معلوم تھا کہ یہ حضرت جیؒ سے ہماری آخری ملاقات ہوگی۔

حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ ایک پُرتاثیر اور خلوص و محبت سے بھرپور شخصیت کے مالک تھے۔ شفقت و محبت، رحم دلی اور نرمی آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری تھی اور ہر کوئی یہی سمجھتا تھا کہ شاید حضرت جی مجھ سے ہی سب سے زیادہ محبت و پیار کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت کے حضور خلوصِ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجے عطا فرمائے اور ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کا جو پودا انھوں نے آج سے تقریباً بارہ سال قبل لگایا تھا، وہ پھلے پھولے۔ اور ترقی کرے۔ آمین

ایسے ہی لوگوں کے متعلق شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

مت سہل ہمیں جانو ، پھرتا ہے فلک برسوں
پھر خاک کے پردے سے یہ انسان نکلتے ہیں

حضرت مولانا مفتی محمد فاروق سکندر کے تأثرات

محمد فاروق ولد مفتی عبدالرحیم پانی پتی ادارہ رحیمیہ میں حضرت مولانا سعید احمد رائے پوریؒ کی تعزیت کے لیے حاضر ہوا۔ ادارہ کے سرپرست حضرات؛ حضرت مفتی عبدالخالق صاحب، مفتی عبدالغنی صاحب کا شرف حاصل ہوا۔ ادارہ کے تعلیمی کوائف سن کر دلی مسرت حاصل ہوئی۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اس ادارہ کے فیض کو دنیا کے مسلمانوں کے اندر، بالخصوص نوجوان نسل زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہونے کی ہمت عطا فرمائے۔ میرا خانقاہ رائے پور سے گہرا دلی تعلق ہے۔ محمد فاروق سکندر ولد مفتی عبدالرحیم محدث پانی پتی

مدیر مدرس جامعہ رحیمیہ، محلّہ شیخ لاہوری، جھنگ صدر۔ 11-10-2012

www.rahimia.org

چند یادیں از وسیم اعجاز۔ کراچی

حضرتِ اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کا تربیتی انداز و اسلوب

کر رہا تھا غمِ جہاں کا حساب
آج تم یاد بے حساب آئے

26 ستمبر 2012ء کو حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ السعید سے جدائی کا غم اور احساسِ تنہائی آج بھی میرے دل و دماغ میں تر و تازہ ہے۔ حضرتِ اقدسؒ کے وصال کی خبر سے نہ صرف مجھے بلکہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ اس غم نے پورے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہوا ہے۔ ایک شفیق مرشد اور استاد کی جدائی زندگی بھر کے تمام غموں پر بھاری تھی۔

آپؒ کا محبت بھرا انداز آپ سے ملنے والوں میں اجنبیت پیدا نہ ہونے دیتا۔ پہلی بار ملنے کے لیے آنے والوں کو بھی ایسی اپنائیت کا احساس ہوتا جیسے برسوں سے جانتے ہوں۔ آپ خوشی غمی میں دوسروں کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے۔ آپ کا سمجھانے کا انداز ایسا محبت بھرا ہوتا کہ دل کو تسلی ہو جاتی اور ایسی تشفی آمیز راہنمائی ملتی کہ کوئی ابہام باقی نہ رہتا۔ آپ اکثر مثالوں کے ذریعے اپنی باتوں کی وضاحت فرماتے تھے تاکہ اصل بات ذہنوں میں راسخ ہو جائے۔

گفتگو کا انداز و اسلوب

آپؒ کی گفتگو کا انداز و اسلوب یہ تھا کہ بات کو عام فہم انداز سے بیان فرماتے تھے۔ کسی قسم کی فلسفیانہ گفتگو میں الجھنے کی بجائے نوجوانوں کو ان کی عملی زندگی کی مثالوں سے اپنی بات کو واضح فرماتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ کالجز اور یونیورسٹیز کے طلبا آپؒ کے گرویدہ تھے اور زندگی کے تمام شعبوں کے حوالے سے آپؒ سے رہنمائی لیتے تھے۔ آپؒ کے اس عام فہم انداز کا کمال ہی تھا کہ وطنِ عزیز کے نوجوان رجائیت (اُمید) سے ہم کنار ہوئے۔ مایوسیوں سے نکال کر آپؒ نے زندگی کے اصل مقصد یعنی انسانیت دوستی کے پروگرام سے متعارف کروایا۔ آپؒ نے ایسے ماحول میں نوجوانوں کی رہنمائی فرمائی جب گرد و پیش میں مایوسی کے بادل چھائے ہوئے تھے اور کوئی راستہ سجھائی نہ دیتا تھا۔

اگر کوئی نوجوان آپؒ سے سوال کرتا تو آپؒ فوراً اس کا جواب نہ دیتے بلکہ کچھ دیر توقف کے بعد اپنی بات کا آغاز فرماتے تھے، یہ آپ کا مخصوص انداز تھا جس سے سوال پوچھنے والا اپنی بات کی وضاحت بھی کر دیتا تھا اور جواب سننے کے لیے متوجہ بھی ہو جاتا تھا۔ سوال اور جواب کے درمیان اس وقفے کا بھی اپنا ہی مزہ تھا۔ رہنمائی حاصل کرنے کی بے چینی اپنی جگہ اور پُرحکمت جواب کا انتظار اپنی جگہ۔ بے شک یہ وقفہ چند لمحوں کا ہوتا لیکن اس دوران حضرتِ اقدسؒ حاضرین کی پوری توجہ حاصل کر چکے ہوتے۔ ؎

شعلہ رخ ، مست نظر یاد آیا
رشکِ خوشید و قمر یاد آیا
اشک آنکھوں سے چھلکتے ہی رہے
جب کبھی وہ گلِ تر یاد آیا

آپؒ کا رویہ اس قدر شفقت بھرا ہوتا کہ سوال کرنے میں جھجھک ختم ہو جاتی تھی۔ اکثر غیر رسمی استفادہ نشستوں میں آپؒ سے سوال کیا جاتا تو آپؒ پہلا جواب اپنی ایک دل فریب مسکراہٹ سے دیتے تھے۔ جس سے حاضرین کے حوصلے بلند ہو جاتے تھے۔ اکثر سوال کرنے والے کے گال پر محبت سے بھرپور ہلکی سی چپت لگا دیتے تھے۔ یہ آپؒ کا محبت کرنے کا ایک انوکھا انداز تھا۔ یہ اندازِ انتہائی دل فریب اثر رکھتا۔ دل آپ کے گرویدہ ہو جاتے اور حاضرین کی حوصلہ افزائی بھی ہو جاتی تھی۔ ؎

کوئی کیوں کسی کا لبھائے دل ، کوئی کیوں کسی سے لگائے دل
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل ، وہ دکان اپنی بڑھا گئے

استفادہ نشستوں میں آپؒ کا بنیادی مقصد یہی ہوتا تھا کہ نوجوانوں میں صلاحیت پیدا کی جائے۔ اگر کوئی سوال کرتا تو آپؒ اکثر وہ سوال اسی فرد ہی سے پوچھ لیتے تھے اور اسے بھی اس مسئلے میں سوچنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ آپؒ حاضرین کی باتوں کو بھی بڑے غور سے سنتے تھے اور ساتھ ساتھ حوصلہ افزائی بھی فرماتے جاتے تھے۔ طلبا کی تربیت کرنے کا آپؒ کا منفرد انداز تھا۔ آپؒ اپنی باتوں کی وضاحت اکثر مثالوں کے ذریعے فرماتے تھے تاکہ ہر ایک کو بات پوری طرح سمجھ میں آ جائے۔

سچے لوگوں کا ساتھ دو!

آپ ہمیشہ فرماتے تھے کہ ’’سچے لوگوں کا ساتھ دو اور سچے لوگ وہ ہیں جن کی تاریخ گواہی دے۔ جن کا عملی کردار موجود ہو، جن کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہ ہو۔‘‘ آپ نے ہمیشہ اکابرین کا تعارف کروایا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت سندھیؒ اور سلسلہ رائے پور کا تعارف کروایا۔ آپؒ فرماتے تھے کہ ’’یہ سب لوگ سچے تھے اور انھوں نے ہمیشہ سچ کا ساتھ دیا۔ آج چوں کہ ماحول جھوٹ کا ہے اس لیے ہماری بات اجنبی لگتی ہے اور جھوٹ کے ماحول میں سچی بات کرنے والوں کو مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔‘‘

آپؒ اپنی اس بات کو اس خوب صورت مثال سے واضح فرماتے تھے کہ ’’ایک ایسے جزیرے کی مثال سامنے رکھو جہاں لمبی ناک والے لوگ رہتے ہوں۔ قبیلے کے تمام افراد لمبی ناک والے ہوں، اگر ہم میں سے کوئی شخص، جو کہ نارمل ناک والا ہے، وہاں چلا جائے تو اس قبیلے کے تمام لوگ اسے ناک کٹا کہنا شروع کر دیں گے۔ جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے اور وہ یہ کہ اس قبیلے کے لوگ لمبی ناک کے ماحول کے عادی ہوتے ہیں اس لیے ان کا یہ خیال ہے کہ ایک نارمل ناک والا پوری ناک کا نہیں بلکہ ناک کٹا ہے۔ آج چوں کہ جھوٹ کا غلبہ ہے، ظلم کا غلبہ ہے اور سرمایہ پرستی کی بالادستی ہے۔ اسی لیے ہماری کہی ہوئی سچی بات اس ماحول میں اجنبی لگتی ہے۔‘‘ حضرتِ اقدسؒ نے اس اجنبی ماحول میں سچ کی بات کی جس کی وجہ سے آپؒ کو مخالفتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن آپؒ نے کسی مخالفت کا سختی سے جواب نہ دیا۔ ؎

ہم کہ پھل دار درختوں کی طرح ہیں کہ جنھیں
لوگ پتھر بھی جو ماریں تو ثمر دیتے ہیں

آج سوچ بدلنے کی ضرورت ہے۔ سسٹم کے درست ہونے پر ہی حقیقت آشکار ہوگی۔ جب سچائی کا غلبہ ہوگا تو اکابرین کی باتیں اجنبی نہیں رہیں گی۔

معاشی ناہمواری پر تنقید

آپؒ معاشی ناہمواری کا سبب سرمایہ داریت کا تسلط قرار دیتے تھے، جس کے ہوتے

www.rahimia.org

ہوئے وسائلِ دولت ایک خاص طبقے تک محدود ہوکر رہ جاتے ہیں۔ ''سرمایہ'' پوری قوم میں گردش نہیں کرتا تو ''احتکار و اکتناز'' پیدا ہو جاتا ہے۔ اس معاشی ناہمواری کی وجہ سے ایک خاص طبقہ وسائل سے محروم ہوکر مفلوج ہو جاتا ہے۔ اس مسئلے کو سمجھانے کے لیے آپؒ اکثر ایک مثال دیتے تھے کہ ''ہمارے جسم میں خون کا نظام ایک خاص ترتیب سے چل رہا ہے، جس سے جسم کے ہر حصے کو خون کی فراہمی ہوتی ہے، لیکن اگر دورانِ خون کا نظام اپنا کام صحیح طریقے پر کام نہ کرے اور کسی عضو کو خون ملے اور کسی کو نہ ملے تو جس حصے میں خون نہیں پہنچے گا وہ سُن ہو جائے گا اور اپنا کام درست انداز میں سرانجام نہ دے سکے گا اور وہ مفلوج ہو جائے گا۔ یہی حال ہمارے نظامِ معیشت کا ہے۔''

حَسَنہ فی الدّنیا و حَسَنہ فی الآخرۃ

حضرتِ اقدس اپنی گفتگو میں اکثر یہ فرماتے تھے کہ ''ہمیں اپنی دنیا بھی خوب صورت بنانی ہے اور اپنی آخرت کی بھی فکر کرنی ہے۔'' آپؒ فرماتے تھے کہ ''ہمارا اِس دنیا میں آنا ایک خاص مقصد کے تحت ہے۔ اس مقصدِ حیات کے تحت ہی ہمیں اپنی زندگی بسر کرنی چاہیے، لیکن یہ خیال بھی رہے کہ ہمیں لوٹ کر واپس بھی جانا ہے۔'' اس کی مثال دیتے ہوئے آپؒ نے فرمایا کہ ''ایک ایسے فرد کی مثال لو، جو اپنی زندگی خوش حالی سے بسر کرنے کے لیے اپنا گھر بار چھوڑ کر بیرونِ ملک کمائی کرنے چلا جاتا ہے۔ وہ ملک اس کا اپنا نہیں ہے، بلکہ کمانے کی جگہ ہے، جہاں وہ اپنی گزر بسر بھی کرتا ہے اور لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنی کمائی کا ایک حصہ آبائی وطن بھی ترسیل کرتا ہے، تاکہ جب وہ اپنے وطن واپس جائے تو اس کے پاس اتنا سرمایہ ہو کہ آئندہ کی زندگی آرام سے بسر کر سکے اور اسے دوسروں کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ اگر وہ اس طرح کی پلاننگ نہ کرے اور اپنی ساری کمائی بیرونِ ملک اڑا دے تو جب بھی وہ اپنے وطن واپس آئے گا تو خالی ہاتھ ہوگا اور اس کو در بدر کی ٹھوکریں کھانا پڑیں گی۔ بالکل اسی طرح یہ دنیا ہماری کمائی کی جگہ ہے، جہاں ہم نے نہ صرف اس دنیا کی بہتری حاصل کرنی ہے بلکہ آخرت کی تیاری بھی کرنی ہے۔'' آپؒ نے اپنی بات کو کس خوب صورت مثال کے ذریعے عام فہم انداز سے واضح کیا۔ آپؒ کا یہی انداز دلوں کو موہ لیتا تھا اور آپؒ کی کہی ہوئی بات دلوں میں اترتی چلی جاتی تھی۔

شعوری جدوجہد

معاشرے کی ترقی کے لیے آپؒ شعوری جدوجہد کے حامی تھے، کیوں کہ قوموں کو غلام بنانے کے لیے ان سے ان کا فکر و نظریہ چھین لینا ہی کافی ہوتا ہے۔ ایسے لوگ بظاہر آزاد، لیکن ذہنی طور پر غلام ہوتے ہیں۔ اس قوم کو آپؒ ولی اللّٰہی تصورات سے متعارف کروا کر اسے ترقی کی جانب گامزن کرنا چاہتے تھے۔ شعوری تربیت کی اہمیت کو اپنے بیانات میں واضح فرماتے تھے۔ اس قوم کے نوجوانوں میں آزادی و حریت کی نئی روح پھونکتے رہے، تاکہ اس قوم کا مستقبل روشن ہو جائے۔ آپؒ اپنی اس بات کی اہمیت کو اس مثال اور قول سے واضح فرماتے تھے کہ ''کسی قوم سے اس کا شعور چھین لینا ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔'' بے شعوری اور بے عملی کے نتائج سے نہ صرف یہ کہ آپؒ واقف تھے، بلکہ اس کے خلاف نوجوانوں کی عملی زندگی میں شعوری بیداری کی تحریک پیدا کرنا آپؒ کی زندگی کا اولین مقصد تھا۔

دنیا کے وسائل سے استفادہ

آپؒ فرماتے تھے کہ ''دنیا کے وسائل سے استفادہ ضرور کرو، لیکن اس قدر نہیں کہ وہ تمہارے دلوں میں گھر کر جائے اور اصل مقصد سے غافل ہوکر ہم محض وسائل اکٹھا کرنے میں لگ جائیں۔'' یہی نظریہ تھا کہ آپؒ نے ولی اللّٰہی افکار کے فروغ کو اپنے زندگی کا مقصد ٹھہرایا اور اپنا سب کچھ اس مقصد کے لیے قربان کر دیا۔ آرام و آسائش کا خیال نہ رکھا۔ آپؒ فرماتے تھے کہ ''اپنے مقصد کے حصول کے لیے قربانی دینے سے دریغ نہ کرو، دنیا کے وسائل تمہاری آسانی کے لیے ہیں ان سے فائدہ اٹھاؤ، لیکن ان پر بھروسہ نہ کرو اور نہ ہی ان کو اپنے دلوں میں جگہ دو۔'' آپؒ اپنی اس بات کی وضاحت بھی ایک خوب صورت مثال سے دیتے تھے کہ ''کشتی کا کام پانی کے اوپر تیرنا ہے تاکہ ہم اس پر سفر کر کے اپنی منزل تک پہنچ سکیں۔ پانی کے اوپر تیرتے رہنا ہی کشتی کی حفاظت کا ضامن ہے۔ اگر پانی اس کشتی میں داخل ہو جائے تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ کشتی ڈوب جائے گی۔ پھر اس میں سوار مسافروں کی تباہی یقینی ہے۔ ہمارا حال بھی کشتی کی طرح ہے ہم نے بھی اس دنیا میں رہنا ہے اور اس سے فائدہ بھی اٹھانا ہے لیکن اس دنیا کے وسائل پر بھروسہ کر کے اس کو اپنے دلوں میں بٹھا لینا ہماری تباہی ہے۔ پھر ہم میں اور اس ڈوبنے والی کشتی میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔''

انسانیت دوست ماحول کی فراہمی

آپؒ کی زندگی کا اولین مقصد انسانیت دوست معاشرے کا قیام تھا۔ اس مقصد کے لیے آپؒ نے نوجوانوں کو ماحول فراہم کیا۔ آپؒ فرماتے تھے کہ ''شاہ ولی اللہؒ کے نظریات کو سمجھنے اور اس پر معاشرتی تشکیل کے لیے باصلاحیت افراد کی ضرورت ہے۔ اور میرا کام ایسے نوجوانوں میں صلاحیت پیدا کرنا ہے اور اعلیٰ صلاحیت کے حامل افراد تک اس پیغام کو پہنچانا ہے۔'' اس کی مثال دیتے ہوئے آپؒ فرماتے تھے کہ ''میری مثال ایک کبوتر باز کی سی ہے، جیسے ایک کبوتر باز بہت سارے کبوتر پالتا ہے تاکہ ماحول بنا رہے اور اعلیٰ صلاحیت اور اونچی اوڑان والے کبوتر اس ماحول میں آسکیں اور بلند نظریات تک ان کی رسائی ممکن ہو جائے۔'' کس عام فہم انداز اور عملی زندگی کی مثال سے اپنے پورے کام کی ترتیب کو آپؒ نے واضح کیا ہے۔ اس سے اچھی مثال نہیں ہو سکتی تھی۔

مُرشد اور مُرید کے باہمی تعلُق کی وضاحت

آپؒ پیر اور مرید کے باہمی تعلق کو بڑے آسان انداز سے واضح فرماتے تھے۔ آپؒ فرماتے تھے کہ ''پیر کے لیے اس کے تمام مریدین برابر ہوتے ہیں۔ سب پر ایک ہی طرح کی توجہ دی جاتی ہے۔ ان مریدین کی استعداد پر منحصر ہے کہ وہ اس توجہ سے کس قدر فائدہ حاصل کرتے ہیں۔'' آپؒ اس کی مثال دیتے ہوئے فرماتے کہ ''ایک گرڈ اسٹیشن ہے، جس کا کام بجلی فراہم کرنا ہے۔ گھر میں موجود بجلی کی تمام اشیا کو ایک ہی طرح کی بجلی میسر ہوتی ہے۔ اب روشنی اخذ کرنے کا تعلق اس بات سے ہے کہ آگے کتنے واٹ کا بلب لگا ہوا ہے۔ 1000 واٹ کا بلب زیادہ روشن ہوتا ہے، 100 واٹ کا اس سے کم اور زیرو واٹ کا سب سے کم روشنی دے گا۔ اسی طرح مرید بھی اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق اخذِ فیض کرتا ہے۔''

فیض اَخذ کرنے کی وضاحت اکثر آپؒ اس مثال سے بھی دیتے تھے کہ ''مرید کو مرشد کے لیے ایسا ہی ہونا چاہیے جیسے ایک مردہ اپنے نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ نہلانے والا اپنی مرضی سے اسے کوئی بھی حرکت دیتا ہے، اس میں اس مرید کی مرضی کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس اگر مرید اپنی ہی مرضی کرے اور مُرشِد کی بات کا خیال نہ کرے تو وہ اخذِ

www.rahimia.org

فیض نہیں کرسکتا۔" مرشد کی سپردگی میں دینے کی اس سے اچھی اور جامع مثال اور کوئی نہیں ہوسکتی، جو آپؒ اپنے ارشادات میں دیتے تھے۔ ؎

جہاں تک ہو بسر کر زندگی عالی خیالوں میں
بنا دیتا ہے کامل ، بیٹھنا صاحبِ کمالوں میں

ماحول کی پاکیزگی

پاکیزہ اور عادلانہ ماحول کے قیام کا تذکرہ ہوتا تو آپ فرماتے تھے کہ "اگر ماحول اچھا ہو تو معاشرے کا کوئی بھی کام کم تر حیثیت نہیں رکھتا۔" آپؒ سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ ایسے افرادِ معاشرہ جن کا کام گلی محلوں سے گندگی کے ڈھیر اٹھانا ہے اور اس پیشے کو کم تر خیال کیا جاتا ہے، اگر اعلیٰ معاشرہ قائم ہوجائے تو یہ کام کون کرے گا؟ اس میں تو عزت ہی نہیں ہے؟ آپؒ نے قدرے توقف کے بعد مسکرا کر ایک انتہائی خوب صورت مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ "تمہارے گھر میں والد، والدہ، بہن بھائیوں میں سے سب سے زیادہ عزت یقیناً تمہاری ماں کی ہے، جس کے پاؤں تلے اللہ نے جنت رکھی ہے۔ بچپن میں ہماری گندگی صاف کرنا، گھر کی صفائی کرنا، کپڑے اور برتن دھونا اس کا کام ہے، لیکن ان تمام کاموں کے باوجود اس کی عزت و توقیر میں کبھی بھی کمی واقع نہیں ہوتی، کیوں کہ ہم جس ماحول میں ہیں اس میں اس کی عقیدت میں فرق نہیں آنے دیتے۔ یہی حال اس معاشرے کا ہے۔ یہ بھی ہمارا گھر ہے اور اس کی صفائی ستھرائی کرنے والے بھی ایسے قابلِ احترام ہیں جتنا کہ ہم خود ہیں۔"

حضرت اقدسؒ سے جب بھی ملاقات کا موقع ملا، انھوں نے کسی نہ کسی انداز سے رہنمائی فرمائی۔ خواہ وہ انفرادی معاملات ہوں یا اجتماعی زندگی کے مسائل، ہر لحاظ سے تشفی ہوجاتی تھی۔ دن بہت جلد گزر گئے، وقت کے گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔ ؎

ملنا ، دوبارہ ملنے کا وعدہ ، جدائیاں
اتنے بہت سے کام اچانک نمٹ گئے

آپؒ کو ہم سب سے بچھڑے ایک سال گزر گیا۔ وہ آج ہم میں نہیں ہیں، لیکن ان کی جلائی ہوئی شمع آج بھی روشن ہے۔ حضرت اقدسؒ کے جانشین حضرتِ اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ اور آپؒ کی پوری جماعت آج اس شمع کو جلائے نئے چراغ روشن کررہی ہے، جس کا آغاز آپؒ نے کیا تھا۔ ؎

آنے والے تیرے رستے میں بچھاؤں آنکھیں
جانے والے تیرے پاؤں سے لپٹ کر رو لوں

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں اکابرین کے مشن پر چلنے اور موجودہ مسند نشین مدظلہٗ کی صحبت سے بھرپور استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

براہِ راست سوالات پوچھنے کے لیے رابطہ کریں: 0321-4431184

سوال(1): چوٹ کی وجہ سے پاؤں پر پلاسٹر بندھا ہوا اور اس وقت اس جگہ کو دھویا نہیں گیا اور نہ ہی اس وقت وضو تھا۔ تو کیا وضو میں پلاسٹر پر مسح کرنا جائز ہے؟ طالب حسین شاہ، چشتیاں

جواب: چوٹ یا ہڈی جوڑنے کے لیے جو پٹی یا پلاسٹر لگایا جاتا ہے، اس پر اس وقت تک مسح کرنا درست ہے، جب تک وہ مقام صحت مند نہ ہوجائے اور پٹی باندھنے اور پلاسٹر لگانے کے وقت باوضو ہونا یا اس مقام کا دھونا بھی ضروری نہیں۔

سوال(2): جمعۃ المبارک کی نماز کے لیے جمعہ کا خطبہ سننا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر کسی شخص نے خطبہ جمعہ نہیں سنا اور فرض نمازِ جمعہ میں شامل ہوگیا تو کیا اس کی نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب: خطبہ جمعہ فرضِ کفایہ ہے، مسلمانوں کے اجتماع میں اس کے بغیر نمازِ جمعہ نہیں ہوتی اور حاضرین جمعہ کے لیے اس کا سننا واجب ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص تاخیر سے پہنچا اور اجتماع کے سامنے دیے جانے والے خطبۂ جمعہ کی سماعت نہیں کرسکا تو بھی نمازِ جمعہ اس کی درست ہے۔ البتہ خطبہ جمعہ میں عدم شرکت پر استغفار کرنا چاہیے۔

سوال(3): میرے بہنوئی حاجی عبدالرشید کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی بیوی سے ایک بیٹا ہوا۔ جس کی اولاد باحیات ہے۔ دوسری بیوی نعیمہ خاتون میری بہن تھی۔ میرے بہنوئی نے اپنی زندگی میں میری بہن کے نام اپنے ملکیتی مارکیٹ کا چوتھا حصہ کرا دیا تھا۔ میری بہن کے کوئی اولاد نہیں ہے۔ بہنوئی کی پہلی بیوی اور اس کا بیٹا دونوں فوت ہوچکے ہیں۔ ان کی وراثت وارثان میں تقسیم ہوچکی ہے۔ اب ہماری بہن کا انتقال ہوا۔ ان کے ورثا میں ہم دو بھائی اور ایک بہن زندہ ہے۔ اب میرے بہنوئی کی پہلی بیوی کے بیٹے کی اولاد یعنی میری بہن کے سوتیلے پوتے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہماری سوتیلی دادی نے اپنی جائیداد کی وصیت ہمارے لیے کر دی تھی، جب کہ ان کی زندگی میں وصیت کبھی سامنے نہیں آئی۔ اور وصیت کی کوئی شہادت بھی موجود نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ہماری بہن کی جائیداد شرعاً کیسے تقسیم ہوگی۔ راؤ خالد، کراچی

جواب: مسماۃ نعیمہ خاتون بیوہ حاجی عبدالرشید کی کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے پانچ حصے ہوں گے۔ جن میں سے ہر ایک بھائی کو دو دو حصے، جب کہ بہن کو ایک حصہ ملے گا۔ وصیت کے نفاذ کے لیے شرعی شہادت یا ورثا کا تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اگر وصیت شرائط کے ساتھ ثابت ہوجائے تو پھر مسماۃ نعیمہ خاتون کی کل جائیداد کے پندرہ حصص ہوں گے، جن میں سے پانچ حصے پوتوں کو اور چار چار حصے ہر ایک بھائی کو اور دو حصے بہن کو ملیں گے۔ فقط واللہ اعلم

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
حضرت سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
حضرت مولانا محمد اشرف اثر (حیدرآباد)
حضرت ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
حضرت حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ (کوئٹہ)
محترم سید خالد ریاض بخاری (سعودی عرب)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کردیا جاتا ہے۔
ممبرشپ کی رقومات کی ترسیل بنام
"رحیمیہ لاہور" میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔